

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵

۷۷

شمس الاسلام

ماہنامہ

بھیر (مغربی پاکستان)

ماہ جون ۱۹۶۰ء

ضربانہ

شمس الاسلام

ماہنامہ
بھارہ

ہر انگریزی ماہ کی پانچ
تاریخ کو شائع ہوتا ہے

چند سالانہ سرورپی
فی پرچہ ہر آنے

مدیر مسئول • غلام حسین

شمارہ ۶

بابت ماہ جون ۱۹۴۰ء بمطابق ذوالحجہ ۱۳۵۹ھ

جلد ۳

قہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	نغمہ حمد	محترم مولانا حامد انصاری نازبی	۳
۲	مقولات	حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہما	۴
۳	باب الحدیث	مولانا مولوی محمد اسماعیل شاہ صاحب ہاشمی	۵
۴	انسان کا مقصود زندگی	استاذ محمد المبارک رزقہ محترم خالد مسعود صاحب لاہور	۶
۵	کلمات الرسول	محترم جناب مولوی عبدالوہاب صاحب غنڈلیہ	۱۰
۶	آئین کیشن کا سوالنامہ		۱۹

دائرہ میں سرخ نشان چند ختم ہونے کی علامت ہے آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ پی۔ ارساں ہوگا جس کے
زیر اخراجات سے بچنے کیلئے بہر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ سی آر ڈی بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع
دیویں خدا را دی۔ پی۔ دیویر کر کے ایک اسلامی ادارہ کو وقفہ نماں نہ پہنچائیں خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ
ضرور دیں۔ (منجبر)

سرخ نشان

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر ریڈیو شری شری پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر تحریک اسلامی جامع مسجد بھیر قلعہ سرگودھا سے شائع ہوا۔

نغمہ محمد

محترم مولانا حامد الانصاری - غازی

اے وہ کہ تجھ سے دیدہ دنیا میں نور ہے تو میری الفتوں کی تجلی کا طور ہے
 یہ جلوہ شان جلوہ کہ روشن ہے کائنات نظیر اٹھی ہوئی ہیں ہر اک سمت نور ہے
 اے ذوالجلال تیرا جوہر صفات و ذات امکاں کی کوششوں سے بہت دور دور ہے
 اے وہ کہ نغمہ تیرے جمال و جلال کا ہر سنگام صبح و در زبانِ طہور ہے
 دل جانتا ہے خوب کہ دنیا کے عشق و شوق اک مرکز عبور و مقام سرور ہے
 اے وہ کہ تجھ سے شاد ہیں ارواح کائنات اس دل میں آجو تیری محبت میں چور ہے
 جی چاہتا ہے تیرے ہی در پر پڑا رہوں اے وہ کہ تو سکونِ دلِ ناممور ہے

میرے لئے نگاہ، نگاہِ کرم نواز؛

حقاً کہ تو خدا کے کریم و غفور ہے

ملفوظات

حضرت خواجہ خواجگان خواجه عثمان ہارونی قسطنطنیہ علیہ السلام

پھینک لینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث شریف میں ہے کہ جب مومن پھینک لیتا ہے اور الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو خدا نے بزرگ اور بلند اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور بہشت میں اُس کے نام کا ایک درجہ مقرر ہے اور ایک بردے کے آزاد کرنے کا ثواب اس کے اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے لیکن جب دوسری پھینک لیتا ہے تو اس کے والدین کو بھی بخش دیا جاتا ہے اور تیسری مرتبہ پھینک لیتا ہے تو سمجھ لے یہ زکام ہے اے مسلمانو! پھینک کا جواب دینا (یرحمک اللہ تعالیٰ) کہنا گناہوں کا کفارہ ہے اور درجوں کی زیادتی کا باعث ہے اور پھینک دوزخ کی آگ کے درمیان پرودہ کا کام دیتی ہے اور ہزار نیکی اس کے نام لکھتے ہیں اور قیامت کے دن اس کے نژاد میں رکھتے ہیں تو عرش اور کرسی کی نسبت ذریعہ ہے۔ جو پھینک کا جواب دیتا ہے اور جو شخص ایک دفعہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو خداوند تعالیٰ اُسے بہشت میں پیغمبروں کی ہمساہی عطا کرتا ہے اور ایک شہر بہشت میں اسے عنایت ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ پہلے پہل جس نے پھینک لی وہ بہتر آدم علیہ السلام تھے اور جبرئیل علیہ السلام پاس ہی تھے انہوں نے اس کا جواب یرحمک اللہ کہا۔

۲۔ حاجت روائی کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس مومن سے خداوند تعالیٰ خوش ہوتا ہے جو مومن کی ضرورت کو پورا کرے اور بہشت میں اسی کا مقام ہوتا ہے اور فرمایا کہ جو شخص مومن کی عزت کرتا ہے اس کی جگہ بہشت میں ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اگر بندہ کسی کی جوتی سیدھی کرے یا مومن کے باطل سے کانٹا نکالے تو خداوند تعالیٰ اُسے صدقوں اور شہیدوں میں شمار کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات اور اولیاء نے فرمایا ہے کہ اگر فرضاً کوئی شخص درودوں میں یا بندگی میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آوے اور اس سے ملنا چاہے تو اُسے لازم ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کے کام میں مشغول ہو جائے اور جس قدر مقدور ہو اس میں کوشش کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے بھائی مومن کی حاجت کو پورا کرے خداوند تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور قیامت کے دن بہشت میں جائے گا۔ اور بہتر آدم علیہ السلام کا ہمساہی ہو گا۔

باب الحدیث

محترم مولوی محمد اسماعیل شاہ صاحب ہاشمی

سنت دسترخوان

سنت یہ ہے کہ کوئی کپڑے کا دسترخوان یا درمال بچھا کر کھائے اور اگر چپڑے کا دسترخوان ہو تو زیادہ سنت ہے

سنت بسم اللہ

یہ بہت ضروری سنت ہے اگر بسم اللہ پڑھ کے کھانا نہیں کھایا تو شیطان شریک ہو جاتا ہے اور کھانا بے برکت ہو جاتا ہے اگر شروع میں یاد نہ رہے تو کھانا کھاتے جس وقت یاد آئے بسم اللہ اول و آخر کہے اس سے کھانے میں برکت عود کر آتی ہے۔

سنت شریک

اگر کئی آدمی ساتھ کھانے والے ہوں تو ہر ایک کو اپنے آگے سے کھانا لازم ہے اگر کئی قسم کی چیزیں ملی جلی ہوں تو پھر جس طرف سے کھائے جائز ہے اور جو شخص تنہا کھاتا ہے اس کے لئے بھی یہی سنت ہے کہ بیچ میں سے نہ کھائے بلکہ کنارہ پر سے کھائے کیونکہ مطابقی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں برکت کا نزول ہے۔

ابو حفص سے روایت ہے کہ میں بچہ تھا۔ اور حضرت کے گھر میں بیٹھا تھا اور میرا ہاتھ کھانے کے

پینے اور کھانے کے بیان میں۔
سنت پید۔ یعنی ہاتھ دھونے کی سنت۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا بہت ثواب ہے۔ اور کھانے کے بعد ہاتھ کا دھونا مستحب ہے اور مسنون ہے عن ابی ہریرتہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استقیظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاغذیۃ حتی یغسلنا ثلثا فایتہ لایدری ایمن جانت یدہ من غفلت علیہ۔

(مشکوٰۃ شریف۔ باب سنن وضو)

(منظاہر الحق جلد اول ص ۱۴۳)

ترمذی روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جاگے ایک تمہارا نیند اپنی سے پس نہ ڈبوئے ہاتھ اپنا باسن میں۔ یہاں تک کہ دھو دے اس کو یعنی پہنچوں تک ہاتھ تین بار۔ پھر تحقیق وہ نہیں جانتا کہ کہاں رات گزری ہے ہاتھ اس کے نے۔

روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر وضو کر کے بھی کوئی سوئے جب نیند سے بیدار ہو تو فوراً ہاتھ دھوئے پھر بعد میں کسی چیز کو ہاتھ لگائے کیونکہ اس کو نیند نہیں کہ میرے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری ہے

(منظاہر الحق جلد اول ص ۱۴۳)

استاذ محمد المبارک دمشق

ترجمہ محترم خالد مسعود صاحب لاہور

انسان کا مقصود زندگی

دنیا کی اس زندگی میں انسان بعض چیزوں کو محبوب رکھتا ہے اور اُسے فی الواقع یہ حق بھی پہنچتا ہے کہ وہ انہیں محبوب رکھے کیونکہ اس کے دل میں یہ محبت اللہ تعالیٰ ہی کی ودیعت کی ہوئی ہے اور جبلی طور پر وہ یہی طبیعت اور عادت لے کر پیدا ہوا ہے یہ محبت جب تک شریعت کی مقررہ کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ ایک مرغوب مطلوب جذبہ ہے پس انسان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نفس سے محبت کرے۔ اس کی بقا، اس کی سر بلندی اور اس کی راحت کے لئے کوشاں ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے۔

ان لنفسك عليك حقا۔

(بے شک تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے)

اسی طرح انسان اپنے اہل و عیال کو محبوب رکھنے کا بھی حقدار ہے۔

ان لاهلك عليك حقا۔

(تیرے اہل و عیال کا بھی تجھ پر حق ہے)

ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم
انز واجاً لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة

(الروم)

(خدا کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی رکھ دی)۔
انسان یہ حق بھی رکھتا ہے کہ اپنے شہر اور وطن کو بھی محبوب

رکھے چنانچہ قرآن کریم میں جلا وطن کو قتل نفس کے عوض سزا ٹھہرایا گیا۔۔

اقتلوا انفسكم وَاخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ۔ (البقرہ)
(اپنے آدمیوں کو قتل کرو یا گھروں سے نکلو)

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ مِنَ الَّذِينَ لَمْ يِقَاتِلُوكُمْ فِي
الدِّينِ وَلَمْ يَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ
(الممتحنہ)

(تمہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بھلائی کرنے سے نہیں منع کرتا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔)

آدمی اپنی قوم سے محبت رکھے، اس کی بھلائی کے لئے کوشاں ہو اور اس کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کرے تو یہ بھی اس کا ایک حق ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کی ہدایت کے لئے سب سے زیادہ فکر مند ہوتے تھے قرآن کریم نے اس کی طرف بار بار اشارہ کیا ہے
فَلَا تَذْهَبْ لِنَفْسِكُمْ عَلَيْهِنَّ حَسْرَاتٍ۔

(ان پر افسوس کرتے کرتے تمہاری جان نہ نکل جائے)

فَلَعَلَّكُمْ بَاخِعٌ لِنَفْسِكُمْ عَلَىٰ أَقَارِهِمْ أَنْ لَمْ

يُؤْمِنُوا بِهِذِهِ الْحَقِّ اسْفَا۔۔۔ (الکہف)

(اے پیغمبر) اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے اس بات کا افسوس کر کر کے اپنے تئیں ہلاک کر لو گے)
جو لوگ آدمی یا اس کے خاندان پر نفیلت رکھتے ہوں

نہیں، ناقص ہیں کامل نہیں، جزو میں کل نہیں، یہ سب ایسے منبع کی محتاج ہیں جس سے میراب ہو سکیں ایسے کمال کی منگاشی ہیں جس کے بل پر قائم ہو سکیں یہ تمام کسی مقصد کے گرد گھومتی ہیں بذاتِ خود مقصد نہیں ہیں یہ سب کائنات کے اجزاء ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کائنات اور عالم وجود خود ہی غایت اصلی بھی ہو۔

انسان اگر اپنے نفس ہی کو معبود بنالے تو یہ عزور اور خود غرضی ہوگی اگر کسی دوسرے انسان کو یہ درجہ دے تو یہ چیز اس کی عاجزی اور ذلت کہلاتے گی۔ اگر ایک اُمت بحیثیتِ مجموعی اپنے تئیں معبود بنائے اور اپنی ذات ہی کو مقصدِ اعلیٰ قرار دے اور قرینیت ہی اس کا ہدف بھی ہو تو یہ ایک اجتماعی انانیت ہوگی۔ ایسا کرنے سے انقی انسانیت کی وسعت تنگ ہو جائے گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام اقوام کے لئے کوئی ہدف مشترک نہیں ہوگا۔ اسی طرح انسان اگر انسانیت ہی کو مقصد و غایت قرار دے تو اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے ایک بد صورت اور کسیرہہ المنظر آدمی اپنی بد صورتی سے نجات حاصل کرنے کے لئے آئینہ دیکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی اصل مقصد اور ایک دائمی قدر و غایت ہے وہی فرد و جماعت انسانیت و عقل اور کون و وجود کا خالق ہے وہی زندگی بخشا اور نعمتیں عطا کرتا ہے وہی کمال مطلق ہے جس سے حق و عدل، بھلائی اور طاقت کے سوتے پھوٹتے ہیں انسانیت جب تک خدا سے واحد ہی کو ابدی معبود بنانے کی بجائے اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کے پیچھے چلے گی اور ان کی عصیت کی وجہ سے حق و عدل کے راستے سے ہٹے گی اور جس طرح پہلے لوگ اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنے پیٹوں اور بیٹوں

یا ان کی فضیلت یہ ہو کہ انہوں نے اس کے وطن یا قوم کو زندہ اور سر بلند کیا ہو۔ یا بھلائی کی طرف اس کی قیادت کرتے ہوئے علم و سعادت کے پھیلانے کا باعث ہوئے ہوں ان کی تعظیم کرنے کا بھی وہ حق دار ہے۔ اسی طرح اُمت کے ان جلیل القدر لوگوں کی تعریف و توصیف اس کا صرف حق ہی نہیں بلکہ ایک پسندیدہ بات بھی ہے۔

جنہوں نے اس کی اُمت کو جہالت یا ظلم سے آزادی دلائی اور اس میں بھلائی نیکی اور نہایتِ تمدن کی ترویج کی۔ انسان کا یہی حق ان مجاہدین کے لئے بھی تسلیم شدہ ہے جو اُمت کو علم و شرف اور بھلائی کے بلند مقام پر فائز کرنے کی جہد و جہد میں شہید ہو گئے۔

انسان اس بات کا بھی حقدار ہے کہ انسانیت کے ان عظیم المرتبت لوگوں کی تعریف کرے جنہوں نے اچھا اور مفید فکر پھیلایا، انسانیت کو جہالت سے ظلم و استبداد سے، یا غلامی سے نجات دی یا اُسے نیکی کے رستوں پر چلایا اور اس عقل کی فضیلت کے گن گائے جو کائنات کے اسرار کھولنے عالمِ طبعی پر انسان کو غالب کر کے اُسے فائدہ پہنچانے، یا غلامی، استبداد سے اسے آزاد کرنے کے لئے آئہ کار بنی۔

یہ سب اقدار آدمی کا نقص ہو یا اہل و عیال قوم ہو یا خاندان، شہر ہو یا وطن، اُمت ہو یا انسانیت بحیثیتِ مجموعی قوم و انسانیت کی محترم ہستیاں ہوں یا وہ عقل کہ جو ان سب کے لئے رستے روشن کرتی ہے اپنی اپنی جگہ محبت و عزت کی اگرچہ مستحق ہیں لیکن نہ ان میں یہ صلاحیت ہے کہ انہیں ایک ایسی اعلیٰ تدریج یا بلند ترین مقصد قرار دیا جائے جس پر ہر زمانے اور ہر قسم کے لوگ جمع ہو سکیں اور ہمیشہ اسی پر جمے رہیں نہ یہ ایسا مرکزِ عینیتا کرتی ہیں جس کے گرد انسانیت ہمیشہ کے لئے گھومتی ہے۔ یہ تمام چیزیں مخلوق ہیں خالق

بنار پر فائز کر دیا کہ انہوں نے ان پائیدار اصول و عقائد کو اپنا لیا تھا۔ جو انسان کو عبودیت کی ان تمام قسموں سے آزاد کرنے والے تھے ان عقائد میں سب سے اہم ایمان باللہ کا عقیدہ ہے عربوں کی وحدت اور عقلی و بدنی آزادی اسی عقیدہ کا طبعی نتیجہ تھی وہ اس پر مجتمع ہوئے۔ اسی سے ایک قوم بنے اور اسی کی بنیاد پر انہوں نے انسان کو انسان، جماعتوں اور قبیلوں کی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے قتال کیا۔ اسی عقیدہ سے انہوں نے وحدتِ انسانیت کا سبق سیکھا۔ کیونکہ اس کی رو سے تمام انسان خدا کے بند اور اسی کی مخلوق ہیں اور اپنی پیدائش کے لحاظ سے سب برابر ہیں وحدتِ کائنات کا رمز انہیں جس چیز نے سمجھایا وہ بھی یہی عقیدہ ہے۔

اس عقیدہ نے عربوں کو طبعی چیزوں کی عبادت سے یہ کہہ کر آزاد کیا کہ یہ سب چیزیں مخلوق ہیں اور انسان کے فائدہ کے لئے خدا نے انہیں مقرر کیا ہے

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا
للّٰہ الذی خلقھن اد، کنتم ایاہ تعبدون۔
نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو سجدہ بس اللہ ہی
کو کرو جس نے ان چیزوں کو بنایا اگر تم اسی کی عبادت کرتے
رہے اسی خدا نے واحد و خالق پر ایمان کے اس عقیدہ نے
انسان کو انسان ہی کے معبود بنانے سے روکا کیونکہ اس
عقیدہ کے مطابق مطلق غفلت صرف خدا ہی ہے بادشاہ
بھی اللہ ہی کے بند سے ہیں اور انبیاء بھی

جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا
قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔

اے پیغمبر کہہ دو، پاک ہے میرا رب، میں نہیں ہوں
مگر بشر جسے رسول بنایا گیا ہے۔

کو ذبح کیا کرتے تھے اسی طرح انسانیت بھی نیکی اور بھلائی
کو اپنے جھوٹے معبودوں کی قربان گاہ پر پھینٹ چڑھاتی رہے
گی۔ لازم ہے کہ یہ ایک دائمی نزاع اور ابدی کشمکش میں مبتلا
رہے۔

انسان اپنی جبلت کے مطابق جن اقدار کو محبوب رکھتا ہو
ان سب کو قرآن نے ایک آیت میں جمع کیا ہے اور اس
محبت کو ناپسند نہیں کیا بلکہ ناپسند صرف اس بات کو کیا ہے کہ
انسان ان کا رتبہ اس قدر بڑھائے کہ انہیں خدا و رسول کی
محبت پر فضیلت دے دے چنانچہ فرمایا:-

قل ان کان آباؤکم وابناؤکم و اخوانکم
وازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا
و تجارتھم و تحشون کسادھا و مساکن ترضونھا
احب الیکم من اللّٰہ و رسولہ و جہاد فی سبیلہ
فتر لبعوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ و اللّٰہ لایہدی
القوم الغاسقین۔ ۵

کہہ دو۔ کہ اگر تمہارے باپ دادا اور بیٹے اور بھائی
اور بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم کھاتے ہو
اور وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے
اور وہ مکان جو تمہیں پسند ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ
سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ تمہیں محبوب
ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ خدا کا حکم آجائے اور اللہ
نا فرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسولؐ سے یہ فرمانا کہ:-

واحد لذكركم ولقومك

(قرآن تیرے اور تیری قوم کے لئے نصیحت ہے)
برحق ہے۔ بلاشبہ عرب قوم کے لئے قرآن عظیم نصیحت
ثابت ہوگا اور اس نے انہیں قیادت کے مقام پر اس

کلمات الرسول ﷺ

محترم جناب مولوی عبدالوہاب صاحب عنایت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِيفًا (پس نسا مع ۸)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔ اور جس نے رُود گردانی کی تو (اسے پیغمبر! تم سے اس کی نسبت کچھ باز پرس نہیں کیونکہ، ہم نے تو تم کو کچھ ان لوگوں کا پاسپان (بنا کر) نہیں بھیجا ہے۔“

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات سے بڑھ کر اور کون کلمات موجب ہدایت ہو سکتے ہیں اس لئے کلمات الرسول کے عنوان سے آپ کے ارشادات کو بیان کیا جاتا ہے قارئین کرام! کافرین ہے کہ وہ ان پاک ارشادات کو پڑھ کر ان پر عمل پیرا اور سعادت داریں سے بہرہ اندوز ہوں۔

پابندی سنت

حضرت نے ارشاد فرمایا:-

(۱) اَلْسُنْتُ سُنَّتَيْنِ مِنْ نَبِيِّ وَمِنْ اِمَامٍ عَادِلٍ (دیکھا)

”سنت دو قسم کی ہے۔ ایک نبی کی اور ایک امام عادل (مؤلفہ اسلام) کی۔“

(۲) لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (دیکھا)

”کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش

نفسانی میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔“

(۳) عَلَى الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيهَا اَحَبُّ وَكَرَاهٍ (بخاری و مسلم)

”مسلمان پر احکام دین کی تعمیل بلا لحاظ پسند و ناپسند لازم

آداب

آداب جماعت:-

(۱) لَا صَلَوةَ لِمَنْ صَلَّى خَلْفَ الصَّفِّ هَرَدًا۔ (دیکھا)

”جو صوف سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔“

(۲) وَسِطُوا الْاِمَامَ وَسَدُّوا الْخِلَالَ (ابوداؤد)

امام کو درمیان میں لے لو اور صفوں میں عالی جبرگ مت چھوڑو۔“

آداب معاشرت:- لَا جُحُوْلَاسَ اِنَّ عَطِيَّةَ الْاَدْبَلِكِ

دو قبلتین (کعبہ شریف، بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے پیشاب پانا کرنے سے منع فرمایا۔

آداب سلام

(۱۵) نَهَى أَنْ تُكَلِّمَ النِّسَاءَ إِلَّا بِأَذْنِ أَوْ إِجَاهٍ (طبرانی)

یعنی عورتوں سے بغیر ان کے شوہروں کی اجازت کے بات کرنے سے عین مردوں کو منع فرمایا۔

(۱۶) ابْجَلُ النَّاسِ مَنْ بَجَلَ بِالسَّلَامِ (دیلمی)

سلام (کی تقدیم) میں جو بخلت کرتا ہے وہ بڑا ہی بخل ہے۔

(۱۷) الْبَادِي بِالسَّلَامِ مُبْتَدَأٌ مِنَ الْكِبَرِ (بیہقی)

سلام میں پیش قدمی کرنے والا غرور سے بری ہے

(۱۸) ابْجَلُ النَّاسِ مَنْ بَجَلَ بِالسَّلَامِ (ابن منیع)

”وہ شخص بخل ہے جو سلام کرنے میں بھی بخل ہے“

(۱۹) السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ

”کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے“

(۲۰) السَّلَامُ تَطَوُّعٌ وَالْتَّحِيَّاتُ فَرِيضَةٌ (بیہقی)

(بیہقی)

سلام کرنا مستحب ہے مگر اس کا جواب دینا فرض ہے

(۲۱) السَّلَامُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ صَدَقَةٌ (دیلمی)

”مسلمانوں کو سلام کرنا (یہ بھی ایک قسم کی)

خیرات ہے“

(۲۲) كَانَ يُسَلِّمُ عَلَى الصَّبْيَانِ إِذَا مَرَّ عَلَيْهِمَا

(ابن عساکر و بخاری)

”حضرت جب راستہ میں بچوں کی طرف سے گزر فرماتے

زَوْجًا (ابن عدی)

دو کسی عورت کو اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر تنہا

دینا جائز نہیں ہے۔“

(۹) كَيْسٌ مِمَّا لَمْ يَزِدْهُمْ صَغِيرًا وَيَعِصَتْ

شَرَفُهُ كَيْفَرًا (ترمذی)

وہ جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا

ادب نہیں جانتا۔ وہ ہمارا امتی نہیں ہے۔

آداب راہ۔

(۱۰) كَيْسٌ لِلنِّسَاءِ وَسَطُ الْمَطْرِ ذِي (بیہقی)

”عورتوں کو سچ راستہ سے چلنے کا حق نہیں ہے“

(۱۱) نَهَى أَنْ يَمْسُقَ الرَّجُلُ فَبَيْنَ أُمَّرَأَتَيْنِ

”حضرت نے مرد کو دو عورتوں کے بیچ میں ہو کر چلنے

سے منع فرمایا۔“

آداب استئذان۔

(۱۲) مَنْ اسْتَأْذَنَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَجِزْ

جو شخص کسی گھر پر جا کر تین بار آواز (بخاری)

دے اور اندر سے کوئی جواب نہ ملے تو اس کو چاہئے کہ

واپس لوٹ جائے۔“

جو لوگ کسی کے گھر پر جا کر بلا اجازت داخل ہو جاتے

اور جواب نہ ملنے پر ناراض ہوتے ہیں وہ ذرا اس حدیث

پر غور فرمائیں۔

آداب رفع حاجت۔

(۱۳) نَهَى أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ قَائِمًا (ابن ماجہ)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔“

قبلہ کا آداب۔

(۱۴) نَهَى أَنْ لَسَقِبَ قَبْلَتَيْنِ يَبُولُ أَوْ غَا

(ابن ماجہ)

تو پتھر کو سلام کرتے تھے۔“

(۲۳) مَنْ بَدَأَ بِالْكَلامِ قَبْلَ الْإِسْلَامِ فَلَا يَجِيبُوهُ

(بطرانی)

”جو شخص اسلام سے پہلے کلام شروع کرے تم اس کی بات کا جواب مت دو۔“

کو اٹھ جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا:

(۳۰) نَهَى عَنْ يُقْعَدَ الرَّجُلُ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

(حاکم)

حضور نے اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا کہ جسم کا ایک حصہ سایہ میں رہے اور ایک حصہ دھوپ میں رہے۔“

آداب وضو

(۳۱) تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ دُسُوسَةِ الْوُضُوءِ

(دیلی)

”قیم وضو کے شرک و شبہ سے خدا کی جناب میں پناہ مانگو۔“

آداب ہمسایہ

(۳۲) إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا أَحَبَّتْهُ إِلَى

جِيرَانِهِ۔

”جو جب خدا تعالیٰ کسی بندہ کا بھلا چاہتا ہے تو ہمسایوں کو اس کا دوست بنا دیتا ہے؟ (یعنی ہمسایوں کی دوستی بھلائی کا موجب ہے۔)

(۳۳) تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ جَارِ السَّوْءِ (ابن حنبل)

”برے ہمسایہ سے خدا کی پناہ مانگو“ (یعنی تم کسی کے زخموں پر برے ہمسایہ ہو اور تمہارے برے کے پڑوس میں رہو۔“

آداب اموات

(۳۴) نَهَى عَنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ (رداء حکم)

”مردوں کی پرائیاں بیان کرنے سے حضور نے منع فرمایا۔“

(۳۵) لَا يُؤْذِي أَحَدٌ مَيِّتًا۔ (دیلی)

”کسی زندہ آدمی کو کسی مردہ آدمی کی وجہ سے اذیت نہ

آداب اکل و شرب

(۳۶) نَهَى أَنْ يَأْكُلَ أَحَدٌ بِسَمَائِهِ وَأَنْ يَأْكُلَ

مُسْكِنًا۔ (دیلی)

بائیں ہاتھ سے کھانے اور مکہ لگا کر کھانے سے منع فرمایا۔“

(۳۷) نَهَى عَنِ الشَّرْبِ قَائِمًا وَالْأَكْلِ قَائِمًا

(کنز الحقائق)

حضور نے کھڑے کھانے اور پینے سے منع فرمایا۔“

(۳۸) نَهَى عَنْ قَطْعِ الْخُبْزِ بِالسَّكِينِ (یعنی روٹی کو چھری سے کاٹنے سے منع فرمایا۔“

(۳۹) نَهَى عَنِ التَّكْلِيفِ لِلضَّعِيفِ (رداء حکم)

”مہمان کے لئے تکلف کرنے سے منع فرمایا۔“

(۴۰) يُؤْجِبُ الْجَنَّةَ اِلْطَاعُ الطَّعَامِ وَ

حَسَنُ الْكَلَامِ۔ (بطرانی)

”کھانا کھانا اور میٹھی بات کرنا جنتی بنا دیتا ہے۔“

آداب مجلس

(۴۱) نَهَى عَنْ تَقَامُّ الرَّجُلِ مِنْ مَقْعَدٍ

وَيَحْنَسُ فِيهِ الْخَرَّ۔ (بخاری)

”کسی شخص کو کسی جگہ سے اٹھا کر دوسرے شخص

دی جائے۔

اسلام و ایمان

(۳۷) اَلْاِسْلَامُ عِلَاقَتِيَّةٌ وَالْاِيْمَانُ فِي الْقَلْبِ۔

(ابن ابی شیبہ)

اسلام کا تعلق ظاہر حال سے ہے اور ایمان کا تعلق

باطن سے ہے۔

(۳۸) بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٍ اَنْ

لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَرَأَى الْحَجَّ وَصَوَّمَ

لَمَضَانَ۔ (بخاری و مسلم)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ کلمہ طیبہ کا اقرار ۲۔ نماز کی پابندی ۳۔ ادائیگی زکوٰۃ

۴۔ ادائیگی حج ۵۔ روزہ رمضان۔

(۳۸) اَلْمُسْلِمُ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ يَدِهِ

وَلِسَانِهِ۔ (مسلم)

”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے

دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یعنی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

(۳۹) اَلْمُؤْمِنُ كَيْسٌ قَطُنٌ حَذَرٌ۔

(کنز العمال)

آدمی وہی ہے جو دانشمند ہو شیار اور عاقبت

اندیش ہو۔

(۴۰) اَلْمُؤْمِنُ كَيْسٌ يَحْقُودُ۔ (احیاء العلوم)

”مومن کینہ ورنہ نہیں ہو سکتا۔ یعنی کینہ رکھنا مومن

کی شان نہیں۔“

(۴۱) اَلْمُؤْمِنُ مَلْجَمٌ۔ (دیلمی)

مومن کے منہ میں رشرعیت کی لگام ہوتی ہے۔

(وہ وہی تباہی بکتے والا نہیں ہوتا)

(۴۲) اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى اَنْفُسِهِمْ

وَاَمْوَالِهِمْ۔ (ابن ماجہ)

”مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جان و مال کو

کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

(۴۳) لَا يُؤْمِنُ اَحَدٌ كَفَرَحَتِي اَكْوَونَ

اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي۔ (منہ ابن حنبل)

”میں نے تم پر ایسا جہنم تم مجھے اپنی جان سے عزیز

نہ رکھو گے۔ تم مومن (کامل) دین کو گئے۔“

(۴۴) لَا يُؤْمِنُ اَحَدٌ كُمْ مَحْتٰى يَحِبُّ لِاَخِيهِ

مَا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ (بخاری و مسلم)

کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے

بھائی (مسلمان) کے لئے وہ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا

ہے۔“

(۴۵) لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ قَلْبًا

وَلِسَانًا سَوَاءً۔

اس وقت تک کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب

تک کہ اس کی زبان اور دل ایک نہ ہو جائیں۔

(۴۶) لَا يَكِلُ دَعِ الْمُؤْمِنِ مِنْ حُبِّ مَرَّتَيْنِ۔

(ابن حنبل و بخاری)

”مومن (سانپ کی) بل سے دو دفعہ (انگلی)

نہیں کھڑا“۔ (یعنی ایک دفعہ غلطی ہو جانے کے بعد پھر

وہی غلطی نہیں کرتا۔)

(۴۷) لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ نُبُشٌ اِلٰى اَخِيهِ

بِنَظَرٍ يُؤْذِيهِ۔ (ابن مبارک)

”کسی مسلمان بھائی کو تکلیف دینے کے لئے انگشت

نخانی کرنا مسلمان کو جائز نہیں ہے۔“ یا ایذا دہی کے خیال

سے برا مشورہ دینا جائز نہیں۔

(۴۸) لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَدُلَّ نَفْسَهُ -

(کنز العمال)

کسی مسلمان کا خود کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴۹) لَا يَجْتَنِعُ الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدَ فِي جَوْفِ

عَبْدٍ آجِدًا - (دیلی)

”مسلمان کے دل میں ایمان و حسد دونوں کبھی بھی ایک جا جم نہیں ہو سکتے۔“

۵۰، الْإِيْمَانُ يَبْغُ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَذْنُهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ - (بخاری)

”ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل کلمہ طیبہ کا اقرار اور ادنیٰ ایذا کی چیز کا راہ سے دور کر دینا ہے۔“ مثلاً کانٹا یا غلاظت کا راہ سے دور کر دینا۔

(۵۱) وَالْحَمْدُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ - (مسلم)

حمید شاخ ہے ایمان کی دینے والے کاموں کے کرنے سے شرم کرنی ایمان کی سلامت ہے۔

(۵۲) لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ - (بخاری)

”جسٹور نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو گا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں دینے سب سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ سمجھے اس وقت تک کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا۔“

(۵۳) الْإِيْمَانُ يَنْصَفُ يَنْصَفُ فِي الشُّكْرِ -

يَنْصَفُ فِي الصَّيْرِ - (بیہقی)

”ایمان کے دو حصے ہیں۔ ایک شکر ہے اور

دوسرا صبر ہے۔“

(۵۴) كَذَلِكَ طَعَمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِإِذْنِهِ

رَجَا وَجَالَاسْلَامَ دِينًا وَبِحَمْدِ رَسُولِهِ (مسلم)

”ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھا۔ جو راضی ہو اللہ کے

رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر۔“

یعنی ان نعمتوں کو خدا سے پاک کا خاص فضل و کرم

سمجھ کر خوش رہے پھر کسی اور خدا اور رسول اور دین کی

ضرورت باقی نہ رکھے۔“

نمازی عبادت

(۵۵) أُعْبِدَ اللَّهُ كَأَنَّهُ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تُكُنْ

تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ - (حلیہ ابو نعیم)

خدا کی عبادت (اس طرح رجوع ہو کر) کر دو کہ گویا تم

اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو (اپنے خیال میں)

دیکھ نہیں سکتے تو اس طرح (ڈرتے ہوئے) عبادت

کر دو۔ کہ گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے۔“

(۵۶) بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشَّرِكِ شَرْكَ

الصَّلَاةِ - (دیلی)

بندگی اور شرک میں امتیاز نماز کا ہے۔“

(۵۷) شَرْكَ الصَّلَاةِ شَرْكَ - (دیلی)

شرک نماز شرک ہے۔“

(۵۸) جُعِلَتْ قَرَّةٌ عَلَيَّ فِي الصَّلَاةِ -

(طبرانی)

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔“

(۵۹) خَيْرُكُمْ مَنْ قَصَرَ الصَّلَاةَ فِي السَّفَرِ وَافْطَرَ
(ابوداؤد)

تم میں وہ نیک ہے جو سفر میں نماز قصر کرے اور روزہ نہ رکھے
(۶۰) ذَكَرُوا اٰلِهَهُ شِعَاءُ النُّفُوسِ - (دیلی)
”خدا کی یاد (نماز وغیرہ) شغائے قلب (یعنی دلوں)
کا اطمینان ہے“

(۶۱) الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّيْنِ فَمَنْ اَقَامَهَا فَقَدْ اَقَامَ
الدِّيْنَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ - (طبرانی)
نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا۔ اس نے
دین کو قائم کر لیا اور جس نے اس (نماز) کو چھوڑ دیا اس نے
دین کو گرادیا۔

(۶۲) الصَّلَاةُ مِفْتَاحُ كُلِّ خَيْرٍ وَالنَّبِيذُ مِفْتَاحُ
كُلِّ شَرٍّ - (مسند ابن جنبل)
ہر ایک نیکی کی کنجی نماز ہے اور ہر ایک برائی کی کنجی نبید
ہے۔

(۶۳) صَلَاةُ الْقَاعِلِ لِيَصِفَ صَلَاةُ الْقَائِمِ (مسند ابن جنبل)
بیٹھ کر (نفل) نماز پڑھنے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا
نصف ثواب ہے۔

(۶۴) اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ
مَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ - (مسند ابن جنبل)

ہم میں اور ان (مشرکوں) میں عہد صرف نماز کا ہے
جس نے نماز ترک کی اُس نے کفر کیا۔
(۶۵) قُمْ فَصَلِّ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ شِفَاءً -
(مسند ابن جنبل)

اُٹھ! نماز پڑھ (کیونکہ) نماز میں عافیت ہے
(۶۶) لَا تَخْشَوْا اَيْبُوْا تَكُمُ قُبُوْرًا صَلُّوْا فِيْهَا (مسند ابن جنبل)

”اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ بلکہ ان میں نماز پڑھو
(نوافل وغیرہ)

(۶۷) لَا اُحِبُّ اَنْ يُغَيِّنِيْ عَلٰی وُضُوْئِيْ اَحَدٌ -
(دیلی)

مجھے پسند نہیں ہے کہ وضو کرنے میں کوئی شخص میری مدد
کرے (یعنی ایک شخص پانی ڈالے اور میں وضو کروں)۔

(۶۸) لَا وَضُوْءَ اِلَّا فَيَمَّا وُجِدَتْ الرَّجُلُ اَوْ سَمِعَتْ
الصَّوْتُ - (ابن جنبل)

”جب تک کہ (حدث کی بوند آجائے یا) ہوا کا خارج
ہونا محسوس نہ ہو جائے۔ یا آواز سنائی نہ دے۔ وضو کا دہرانا
واجب نہیں ہے۔“

(۶۹) لِكُلِّ شَيْءٍ شِفَاءٌ وَشِفَاءُ النُّفُوسِ ذِكْرُ اٰلِهَةٍ
(دیلی)

ہر ایک مرض کا ایک علاج ہے اور دل کے امراض کا
علاج خدا کا ذکر (مثلاً نماز ہے)۔
(۷۰) لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكَفْرِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ -
(مسلم)

بندگی اور کفر میں صرف نماز کا فرق ہے۔
(۷۱) مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ
فِي الصَّلَاةِ - (طبرانی)

”جو شخص مسجد میں بیٹھ کر نماز کا منتظر ہوتا ہے وہ گویا
نماز میں ہوتا ہے۔“

(۷۲) مَنْ كَمَرُ يَصِلُ فَلَا دِيْنَ لَهُ - (ترمذی)
جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ دیندار نہیں ہے۔

(۷۳) مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ اَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا
اِذَا ذَكَرَهَا - (ابن ماجہ)

جو شخص نماز سے غافل ہو کر سو جائے یا بھول جائے

(۸۱) مَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ وَلَمْ يُؤَدِّ الشُّكُوعَةَ فَلَا صَلَوةَ لَهُ (ابن عدی)

جو شخص نماز پڑھتا ہے مگر زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ یعنی ایسی نماز سے کچھ حاصل نہیں ہوتا

روزہ

(۸۲) صُومُوا قَاصِحُوا۔

روزے رکھ کر تندرستی حاصل کرو

(۸۳) اصُومُوا فِي الْحَرِّ جِهَادًا۔ (روبی)

گرمیوں میں روزہ رکھنا جہاد (میں داخل) ہے

(۸۴) لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجِسْمِ الصِّيَامُ۔

(طبرانی)

ہر ایک چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے

(۸۵) مَنْ صَامَ سِتًّا بَعْدَ الْفِطْرِ فَكَأَمَّا صَامَ

الدَّاهِرِ۔ (روبی)

جو شخص ستہ شوال کے روزے رکھتا ہے گویا وہ مادی

عمر کا روزہ دار ہو جاتا ہے۔

حج

(۸۶) وَحَجَّ الْبَيْتِ اِنْ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيلًا۔

(مسلم شریف)

(مسلمان) خانہ کعبہ کا حج کرے اگر اس کی طرف جانے

کی طاقت ہو (اگر خرچ راہ اور سواری میں تیسر ہوا

ہمدردی و اتحاد

(۸۷) اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ۔ (کنز الحقائق)

تو جس وقت یاد آجائے فوراً پڑھ لے (اگرچہ وقت نہ رہا ہو)
(قضا پڑھ لے)

(۸۸) يُؤْذِنُ الْمُؤْذِنُ وَيُعْلِمُ قَوَّهٌ وَمَاهِدٌ
مُؤْمِنِينَ (طبرانی)

د مؤذن اذان دے رہا ہو اور لوگ کھڑے ہوتے ہوں
(نماز کا قصد نہ کریں) تو وہ مسلمان نہیں ہیں۔ یعنی ہر مومن
کی شان سے بعید ہے۔

زکوٰۃ

(۸۹) تَمَامُ اِسْلَامِكُمْ اَدَاءُ الشُّكُوعَةِ (روبی)

اسلام کی تکمیل زکوٰۃ پر منحصر ہے

(۹۰) حَصِّنُوا اَمْوَالَكُمْ بِالزُّكُوعَةِ۔ (کنز الحقائق)

زکوٰۃ ادا کر کے (اس کی برکت سے) مال کو محفوظ
کرو۔

(۹۱) اَلشُّكُوعَةُ قَنْطَرَةُ الْاِسْلَامِ۔ (طبرانی)

زکوٰۃ اسلام کا پل ہے (یعنی اُس پل پر سے پار

اُترنے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کے بغیر اسلام نہیں مل سکتا)

(۹۲) لَا تُقْبَلُ صَلَوةٌ مِنْ لَوْ يُؤَدِّي الشُّكُوعَةَ۔

(روبی)

جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز بھی قبول نہیں

ہوتی۔

(۹۳) لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ وَالصَّلَاةَ اِلَّا

بِالزُّكُوعَةِ۔ (روبی)

خلا بغیر زکوٰۃ کے نہ کسی کے، ایمان کو قبول فرماتا

ہے نہ کسی کی نماز کو

(۹۴) مَا لَقِصْتُ زَكَاةً مِنْ مَالٍ۔ (مسلم)

زکوٰۃ دینے سے کسی مال میں کمی نہیں ہوتی

وہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔“

(۸۸) اَلْمُؤْمِنُ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ۔

”سب مسلمان گویا ایک جان ہیں۔“

(۸۹) اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ۔ (بخاری و مسلم)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایسی پشت پناہ ہے جیسا کہ بنیاد کا ایک حصہ دوسرے حصے کے لئے

(۹۰) مَا لَكُمْ اَلْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ۔ (ابن حنبل)

مسلمان جس چیز کو (بالتفاق) پسند کریں وہ (بات)

خدا کے ہاں پسندیدہ ہے۔“

(۹۱) اَللّٰهُ يَخْلُقُ لَكُمْ عِيَالًا اَللّٰهُ وَاَجَتْهُمْ اِلَيْهِ اَلنَّعْمُ لِعِيَالِهِ۔ (طبرانی)

ساری مخلوق خدا کی غزیر ہے خدا کا پیارا بندہ وہ ہے جس کا وہ خدا کی غزیر مخلوق کے لئے مفید ہو۔

(۹۲) خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِلنِّسَاءِ۔ (رواہ حاکم)

تم لوگوں میں وہ افضل ہے جو اپنی عورتوں کے لئے حسن سلوک و ہمدردی کے لحاظ سے اچھا ہو۔“

(۹۳) خَيْرًا لَكُمْ خَيْرُكُمْ لَاهْلِبِهِ۔ (طبرانی)

تم میں وہ نیک ہے جو اپنی عورتوں کے لئے نیکو کار ہے۔“

(۹۴) يَقُولُ اَللّٰهُ اِنْ كُنْتُمْ تَرْضَوْنَ رَحْمَتِيْ فَارْحَمُوْا خَلْقِيْ۔ (ابن حبان)

خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔“

(۹۵) لَا بُلَا مَّا لَتَرْجُلٌ عَلٰی حَبِّ قَوْمٍ۔ (طبرانی)

سب قومی میں کسی شخص پر علامت (نکتہ چینی) نہ کی جانی چاہئے۔“

(۹۶) مَنْ فَرَّقَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

جو تفرقہ پیدا کرے وہ ہمارا امتی نہیں ہے۔“

(۹۷) فِي الْجَمَاعَةِ رَحْمَةٌ وَفِي الْفِرْقَةِ عَذَابٌ۔ (دولبی)

اتفاق میں رحمت ہے اور نا اتفاق میں عذاب ہے

(۹۸) اِنَّ اَللّٰهَ يُوَحِّدُكُمْ بِالْاِسَاءَةِ خَيْرًا۔ (ابن حنبل)

اللہ تم کو عورتوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہے۔“

(۹۹) حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ۔

(کنز الحقائق)

(ہر معاملہ میں) نیک خیالی بندوں کی ایک خوبی ہے

(۱۰۰) اَللّٰهُ فِيْ دَعْوَانِ الْعَبْدِ مَا دَامَ اَلْعَبْدُ فِيْ

دَعْوَانِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ۔ (بخاری و مسلم)

جب تک ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی

مدد پر رہتا ہے خدا بھی اس کا یا در اور مددگار رہتا ہے۔“

(۱۰۱) قَالَ اَللّٰهُ تَعَالٰى اَخَاعِلْ مَنْ كَسَبَتْ

قُلُوْبُهُمْ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شکست خاطر

اور مصیبت زدوں کے ساتھ ہوں۔ (یعنی شکستہ دلوں

کی دلجوئی کرنی چاہئے۔“

(۱۰۲) قَتَلَ الْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ عِنْدَ اَللّٰهِ مِثْرَ

لَوَالِ الدُّنْيَا۔ (نسائی)

ایک مسلمان کا خون خدا کے پاس تمام دنیا کی

بربادی سے زیادہ اہم ہے۔“

بہانداری

(۱۰۳) اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ

مَعَ الصَّيِّعِ اِلَى بَابِ الدَّارِ۔ (ابن ماجہ)

”اللہ اپنے بندے کو پیشہ ور دیکھنا چاہتا ہے
(۱۱۱) كَيْفَا لَنَسْنِ اطْبُ كَسْبَكَ تَسْتَجِبْ دَعْوَتَكَ
(دعویٰ)

اے انسان! اگر تو حلال روزی پیدا کیا کرے
تو تیری دعا بھی مقبول ہو اگر سے گی۔“

حضرت انور علی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات
و کلمات طبقاتِ موتیوں اور جواہرات سے بھی زیادہ
قیمتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی قدر کرنا چاہئے۔

(بقیہ آئین کشین ص ۳) (رس) مارشل لاء کے بعد نروے اور سویڈن وغیرہ
کے احکام کے خلاف لوگوں کو سزیم کوڑے میں اپل کرنے کا حق ہو گا ہماری
یہ تجاویز صرف انصاف کے معروف اصولوں پر مبنی ہیں بلکہ ہم معزز ارکان
کیشن کو توجہ دلائیں گے کہ وہ براہ کرم ۱۸۰۲ء کا ریگولیشن ۱۰ اور وہ ہدایت
جو مارشل لاء کے سلسلے میں لارڈ ولزلی نے دی تھیں اور وہ قوانین برائت

(زبانہ) (Indemnity) جو انگریزی دہر حکومت میں
دستاویزاً پاس کئے گئے تھے، بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس تقابلی سے
انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہماری یہ تجاویز اس انصاف کے حدود
سے ذرہ برابر متجاوز نہیں ہیں جسے ایک غیر قوم اس ملک پر حکومت
کرنے میں ملحوظ رکھتی تھی۔

(بقیہ صفحہ باب الحدیث) برتن میں چاروں طرف پڑتا تھا۔ آپ
نے مجھے فرمایا۔ اے لڑکے اللہ تعالیٰ کے نام لے کر کھانا
شرع کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھا اور اپنے آگے سے کھا
حضرت کے اس فرمان کے بعد میں نے ہمیشہ ان نصیحتوں
پر عمل کیا۔ کھانا کھانے کے وقت بیٹھنے کی سنت یہ ہے کہ دونوں
کھڑے کر کے بیٹھ۔ یعنی اوکڑ کر بیٹھ کر کھانا کھا دے۔ اچھا
تو یہ ہے ایک پاؤں پھانتے رکھے اور ایک کھڑا رکھے اور
بلا ضرورت فرنج بیٹھنا یعنی چوک مار کر کھانا نہیں کھانا چاہئے



مہمان کی دروازہ تک مشایعت کرنا دروازہ تک
پہنچانا، سنت ہے۔“

(۱۰۴) حَيَا فِتْرُ الصَّيْفِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا
زَادَ فَهُوَ حَسَدٌ قَتْلٌ۔ (دعویٰ)

مہمان کی مہمان داری تین روز تک ہوتی ہے اس
کے بعد جو اہنافہ ہو گا وہ حد قہ ہے۔“

(۱۰۵) الصَّيْفُ يَأْتِي بِرِزْقِهِ وَيَرْحَلُ
بِذُنُوبِ الْقَوْمِ۔ (دعویٰ)

”مہمان (اپنی قسمت کام رزق لے کر آتا ہے
اور جاتے ہوئے قوم کو گناہوں سے پاک کر جاتا ہے“

(۱۰۶) لَا يَتَكَلَّفَنَّ أَحَدٌ لِلصَّيْفِ مَا لَمْ
يَقْبَلْهُ عَيْنًا۔ (رواہ حاکم)

کوئی شخص مہمان کے لئے مقدور سے زیادہ
”کلیف نہ کرے۔“

کسبِ حلال

(۱۰۷) أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَنْ تَكْسِبَ مِنَ الْحَلَالِ۔
(حاکم فی مستدرک)

بہترین نیکی کسبِ حلال ہے (یعنی جائز پیشہ
کی جائز آمدنی۔)

(۱۰۸) أَفْضَلُ أَنْ تَكْسِبَ بَيْعَ مَبْرُورٍ وَتَمْلِكُ
السَّجُلُ بِبَيْدٍ۔ (ابن حنبل)

اچھا پیشہ جائز تجارت اور آدمی کے ہاتھ
کی محنت ہے۔“

(۱۰۹) إِنَّ أَحَدَهُ يُحِبُّ أَنْ يَسِدِّي الْعَبْدُ
مُحْتَرِفًا۔ (طبرانی)

انیس علماء و مفکرین کے جوابات

ایٹن کمیشن کا سوالنامہ

اکی

علماء کی طرف سے اس کا متفقہ جواب

حال میں صدر مملکت کے مقررہ کردہ ایٹن کمیشن کی طرف سے چالیس سوالات پر مشتمل جو سوالنامہ شائع ہوا ہے۔ اس پر غور و فکر کرنے کے لئے مختلف انجمنوں اور اداروں نے اپنے اجتماعات منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے تاکہ جوابات تیار کر کے ایٹن کمیشن کو بھیجے جائیں ان اداروں میں السابقون الاولون علمائے لاہور ہیں جنہوں نے مختلف مکاتیب فکر رکھتے ہوئے بالاتفاق جواب تیار کر کے ایٹن کمیشن کو بھیج دیا ہے اس اجتماع کی کاروائی اور جوابات بشکریہ روزنامہ تسنیم لاہور قارئین شمس الاسلام کی نظر میں اور باقی اجتماعات کی کاروائی اور ان کے جوابات آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین ہوں گے (مدیر)

سوال نمبر ۱۔ آپ کے نزدیک پاکستان میں جمہوری حکومت کے پارلیمانی طریقے کی تبدیلی ناکامی کی نوعیت اور اس کے اسباب کیا ہیں جن کی بدولت آخر کار ۱۹۵۶ء کے دستور کی تیج عمل میں آئی آئندہ اس دستور کا ذکر سابق دستور کے نام سے کیا جائے گا)

جواب :- اس سوال کا صحیح جواب دینے کے لئے ناگزیر ہے کہ متعلقہ واقعات کو ان کی تاریخی ترتیب کے ساتھ دیکھا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر تحقیق ممکن نہیں ہے کہ یہاں دراصل کیا چیز ناکام ہوئی ہے اور اس ناکامی کی نوعیت کیا ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں۔

۲۔ تقسیم کے موقع پر بھارت اور پاکستان کی راولگ نوع ختم ملکیتیں وجود میں آئیں مگر حاکمیت براہ راست ان ملکوں کے باشندوں کی طرف منتقل نہیں کی گئی بلکہ انڈین انڈی پینڈنس ایکٹ ۱۹۴۷ء کے تحت اس حاکمیت کو دو نون ملکوں کی دستور ساز اسمبلیوں کی طرف منتقل کر دیا گیا تاکہ جب تک نیا دستور

تاخیر کرتی رہی۔ اس دوران میں یہ لوگ سرکاری ملازمین (servants) کے بل بوتے پر اپنا اقتدار مضبوط کرنے اور صوبائی انتخابات جیتنے اور عوامی مطالبات کو ملازمین (جن سے مراد صرف سول ملازمین ہی نہیں ہیں) کی مدد سے دبانے کی کوشش کرتے رہے، حتیٰ کہ ۱۹۵۲ء تک پہنچتے پہنچتے چھ سال کے اس مسلسل عمل سے ملازمین کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا۔ اور بڑھتا چلا گیا کہ طاقت کے اصل مالک وہ ہیں اور یہ سیاسی لیڈر ان کے بل پر کھڑی کر رہے ہیں۔ اس احساس کو نتیجہ فیصلہ بنانے میں جس چیز نے سب سے بڑھ کر کارگر حصہ لیا وہ یہ تھی کہ مسٹر لکھت علی خاں مرحوم کی وفات کے بعد رئیس مملکت کا منصب ملازمین ہی کے طبقے کے ایک فرد (مسٹر غلام محمد مرحوم) کو حاصل ہو گیا تھا اور پھر اسی طبقے کے افراد اسی منصب پر فائز ہوتے رہے۔

(۵) اپریل ۱۹۵۲ء میں لاہور کے مارشل لا کے دوران سیاسی لیڈروں سے ملازمین ریاست کی طرف انتقالِ حاکمیت کا پہلا قدم اٹھا اور وہ گورنر جنرل کی طرف سے دستور ساز اسمبلی کے لیڈر خواجہ ناظم الدین کی برطرفی تھی اس کے معنی یہ تھے کہ عوام کے نمائندہ وزیرِ عظم سے تاجِ برطانیہ کے مقرر کردہ گورنر جنرل نے حکومت کے اختیارات سلب کر لئے۔ اگر برطانیہ میں پاکستان کی حکومت پر دوبارہ قبضہ کر لینے کے لئے کوئی ارادہ موجود ہوتا تو گورنر جنرل کی یہ کاروائی سخر کار تاجِ برطانیہ کی طرف انتقالِ حاکمیت پر منتج ہوتی لیکن چونکہ وہاں ایسا کوئی ارادہ باقی نہ تھا اس لئے یہ عمل ملازمین حکومت کی طرف انتقالِ حاکمیت کا پہلا قدم بن گیا لاہور کے مارشل لانے اُس وقت جو حالات پیدا کر رکھے تھے ان کی وجہ سے باشندگان ملک اس پر کوئی احتجاج نہ کر سکے۔ اخبارات نے اپنی غیر منطقی اور یہ احساس کئے بغیر اسے سراہا کہ ان کی قوم آزادی سے پھر

نہ بنے اس وقت تک وہ تاجِ برطانیہ کے جانشین کی حیثیت سے یہاں حاکمیت کے اختیارات استعمال کریں اور پھر نیا دستور بنا کر ان اختیارات کو باشندوں کی طرف منتقل کر دیں دوسرے الفاظ میں اصل مقصود تو حاکمیت کے اختیارات باشندوں کے حوالہ کرنا تھا، مگر ایک عارضی انتظام کے طور پر یہ اختیارات دستور ساز اسمبلیوں کے پاس بطور امانت رکھے گئے ہیں۔

(۶) اس انتظام کے مطابق دو قوں ملکوں میں باشندوں کی طرف اختیارات کا منتقل ہونا نئے دستور کے بننے اور اس کے مطابق عام انتخابات منعقد ہونے پر موقوف تھا۔ بھارت کی دستور ساز اسمبلی نے دستور بنانے کا کام نومبر ۱۹۴۷ء میں مکمل کر دیا اس کے بعد جلد ہی انتخابات عام منعقد کئے گئے اور اختیارات عملاً باشندوں کی طرف منتقل کر دیئے گئے دس سال سے ہاں پارلیمنٹری طرزِ حکومت کے مطابق ہی جمہوریت کا نظام چل رہا ہے اس کی ”تبدیلِ بج ناکامی“ اور ”دستور کی تفسیح“ کا وہاں قطعاً کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن پاکستان کی داستان اس سے بالکل مختلف ہے

(۷) پاکستان میں شاہی اختیارات کی حامل دستور ساز اسمبلی جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھی انہوں نے دستور بنانے اور اختیارات کی امانت قوم کے حوالہ کرنے میں پیہم تاخیر کی اس اسمبلی کے لئے نہ کوئی مدت تھی کہ اس کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ سے آپ ختم ہو جاتی اور نئے سرے سے انتخابات ہوتے اس کو برخاست کرنے کی کوئی آئینی صورت تھی۔ کہ اسے زحمت کر کے لوگوں کے دوسرے آدمی منتخب کرنے کا کوئی موقع ملتا۔ جب تک وہ دستور نہ بناتی۔ شاہی اختیارات اسے حاصل رہتے تھے اس پوزیشن سے فائدہ اٹھا کر وہ ناقابلِ تغیر و تبدیل اسمبلی کئی سال تک دستور بنانے میں

غلامی کی طرف جارہی ہے ملازمین نے اس کا خیر مقدم کیا اور ان کے ضمیر نے انہیں احساس نہ دلایا کہ وہ قوم سے تنخواہیں پارہے ہیں۔ اور قوم ہی کے خراب ہم کردہ ذرائع و وسائل اور اسلحہ استعمال کر رہے ہیں۔

(۱۷) اس پہلی ٹھوکرے سے دستور ساز اسمبلی کے سیاسی لیڈروں کو خطرہ نظر آگیا کہ وہ اب تک جن شاہانہ اختیارات کو قوم کی طرف منتقل ہونے سے روکتے رہے ہیں وہ ان کے ہاتھ میں رہنے کے بجائے ان ملازمین پر است کی طرف منتقل ہونے لگے ہیں جن کے بل بوتے پر وہ خود حاکمیت کے مالک بن کر رہنا چاہتے تھے اس کے بعد انہوں نے جلد ہی جلدی دستور بنانا شروع کیا ۱۹۵۴ء کے آخر تک یہ دستور تیار کر دیا گیا اور اس کو آئینی شکل دے دینے کے لئے ۲۵ دسمبر ۱۹۵۴ء کی تاریخ کا اعلان بھی کر دیا گیا لیکن قبل اس کے کہ اس طرح باشندوں کی طرف انتقال اختیارات کی نوبت آتی۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو تاج برطانیہ کے مقررہ کردہ گورنر جنرل نے وہ دستور ساز اسمبلی ہی توڑ دی جس کو تاج برطانیہ نے ۱۹۴۷ء میں دراصل اختیارات شاہی بطور امانت سپرد کئے گئے تھے اس وقت بھی برطانوی سلطنت میں پاکستان پر دوبارہ قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ موجود نہ تھا اس لئے دستور ساز اسمبلی سے چھینی ہوئی برہانیت ملک غلام محمد صاحب کو کسی ایسی غیر شخصیت میں حاصل ہو گئی جو نہ تاج برطانیہ کے نمائندے کی حیثیت تھی اور نہ باشندگان ملک کے نمائندے کی زیادہ سے زیادہ ان کو بس ملازمین ریاست کی خواہشات کا نمائندہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ کارڈائی ۱۰ اس کے بغیر نہ کر سکتے تھے کہ یہ ملازمین اپنی قوم اور ملک کا حق غضب کرنے میں پوری طرح ان کا ساتھ دیں۔

(۱۸) اس غضب کو روکنے کے لئے بغاوت کے بجائے عدالت

کا راستہ اختیار کیا گیا مگر اس وقت کے فیڈرل کورٹ نے گورنر جنرل کو اس شاہی اختیار (PREROGATIVE) کا حامل قرار دے کر اسے جائز ٹھہرایا جسے انڈین انڈی پنڈنس ایکٹ کے بعد خود اس گورنر جنرل کا تقرر کرنے والا بادشاہ بھی استعمال کرنے کا جائزہ لیا تھا اور شاہ وہ دوبارہ اسے واپس لیکر استعمال کرنے کیلئے تیار ہی تھا حال ہی میں اس عدالت کے فاضل جج جسٹس نے خود یہ پوزیشن واضح کر دی ہے کہ فیڈرل کورٹ کا فیصلہ دراصل قانونی نہیں بلکہ سیاسی بنیاد پر تھا اور اس عبوری کی بنا پر دیا گیا تھا کہ ملک کی بلند ترین عدالت ان ہاتھوں پر قانون کا فیصلہ نافذ کرنے سے معذور تھی جو اس وقت اختیارات پر قانون برچکے تھے (ملاحظہ ہو پاکستان ٹائمز نمبر ۲۳ اپریل ۱۹۹۰ء میں جسٹس محمد منیر کی تقریر)

(۱۸) اس کے بعد ملک غلام محمد مرحوم نے ایک دستوری کنونشن کے ذریعہ سے ملک کا نیا دستور بنانے کی کوشش کی اگرچہ اس وقت تک خوش قسمتی سے ملک میں اتنی آزادی باقی تھی کہ عدالتیں دستوری مسائل میں کوئی فیصلہ دے سکتیں اس لئے فیڈرل کورٹ نے گورنر جنرل کو احساس دلایا کہ وہ شاہی اختیار کے حامل ہونے کے باوجود مالک الملک نہیں ہیں کہ جس طرح پائیں ملک کا دستور بنوائیں، بلکہ انہیں انڈین انڈی پنڈنس ایکٹ کے حدود میں رہتے ہوئے ایک دستور ساز اسمبلی ہی کے ذریعہ سے جس کو نمائندہ حیثیت حاصل ہو، ملک کا دستور بنانا ہو گا۔

(۱۹) ۱۹۵۵ء کے وسط میں فیڈرل کورٹ کے اس فیصلہ کے مطابق ایک نئی دستور ساز اسمبلی وجود میں آئی جسے کم از کم آئینی طور پر پھر وہی حاکمیت کے اختیارات حاصل ہو گئے جو سابق اسمبلی سے چھینے گئے تھے اس تاریخ ۱۹۵۶ء

میں وہ دستور بنا کر نافذ کر دیا۔ جواب سابق دستور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس دستور کے تحت صدارت جمہوریکہ حلف لینے کے بعد سابق گورنر جنرل اس شاہی اختیار کا حامل نہ رہا جو کسی نہ کسی طرح مل گیا تھا اب وہ پارلیمنٹ کا منتخب کیا ہوا صدر تھا جو اپنے اختیارات دستور اور صرف دستور سے حاصل کر رہا تھا اور آئینی عقل، انصاف، اخلاق، یا باشندگان ملک کی مرضی، غرض کسی ممکن المنصور مانعہ سے بھی اس کو حیثیت حاصل نہیں تھی۔ کہ ملک کے اٹھ کر ڈر باشندوں میں سے تنہا وہ ملک کی بھلائی کا اجارہ دارین کر کوئی ایسا فیصلہ کر دے جس کا اختیار اسے دستور نہ دیتا ہو۔ اس طرح کم از کم کاغذی آئین کی حد تک اختیارات کے انتقال کا رخ ملازمین ریاست سے باشندوں کی طرف مڑ گیا اور علان کے منتقل ہونے میں صرف یہ کسر باقی رہی کہ انتخابات عام منعقد ہوں اور باشندگان ملک کے نمائندے اکران کی طرف سے انتخابات کی امانت وصول کر لیں ان انتخابات کے لئے کافی مدت حاصل کے بعد فروری ۱۹۵۹ء کی تاریخیں بھی مقرر ہو چکی تھیں۔

(۱۰) اس آخری مرحلے پر ان سیاسی لیڈروں اور پارٹیوں نے جن کے ہاتھ میں مرکز اور ولوں کی حکومتیں تھیں، اس غرض کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے کہ آئندہ انتخابات میں وہی کسی نہ کسی طرح گھوڑے کی بیٹھ پر سوار ہو جائیں اور اس کام میں انہوں نے پھر ملازمین ریاست ہی کو آئندہ کاربنا جا یا لیکن اب ۱۹۵۳ء سے پہلے کی پوزیشن باقی نہ رہی تھی کہ ملازمین دوسروں کو گھوڑے پر سوار کرنے کے ذریعہ بنتے۔ سیاسی لیڈروں اور پارٹیوں کی کشمکش بالآخر جس چیز پر ختم ہوئی وہ، اکتوبر ۱۹۵۶ء کو مسٹر سکندر مرزا کے ہاتھوں دستور کی ترمیم تھی جو انتخابات عام کی تاریخوں کا اعلان ہو چکنے کے تین مہینے بعد عمل میں آئی۔

تاریخی واقعات کے یہ دس مراحل جو ترتیب دار بیان کئے گئے ہیں ان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قیام پاکستان کے بعد یہاں حقیقت پارلیمنٹری طرز کی جمہوریت نئے سرے سے قائم ہی نہیں ہوئی کہ اس کے ناکام ہونے یا نہ ہونے کا کوئی سوال پیدا ہو۔ پارلیمنٹری جمہوریت صرف ذرائعوں کے ذریعہ سے حکومت کرنے کا نام نہیں ہے اس کا اصل جوہر یہ ہے کہ اختیارات کے اصل حامل باشندے ہوں وہ اپنے نمائندوں کو منتخب کرنے اور بدلنے پر قادر ہوں اور پھر اس طرح کے نمائندے حکومت کا انتظام چلائیں مگر یہاں بڑا بڑا پارلیمنٹ کے ہاتھ سے نکلے ہوئے اختیارات کی امانت نہ آج تک باشندوں کو منتقل ہوئی نہ ان اختیارات کو استعمال کرنے کے لئے انہوں نے کبھی اپنے نمائندے منتخب کئے اور نہ تجارت کے باشندوں کی طرح انہیں اپنی مرضی کی حکومت بنانے اور بدلنے کا کوئی موقع ایک دن کے لئے بھی نصیب ہوا اس کے بجائے یہاں ۳۰ سال سے چند سیاسی لیڈروں ملازمین ریاست کے درمیان اقتدار کے لئے رستہ نشی ہوتی رہی ہے جس میں آئین و قانون ہی کا نہیں، اخلاق اور دیانت کے بالکل ابتدائی تصور تک کا ذکر برابر ہی لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ ملک کے باشندے اس غریبہ اسٹاکل کشتی کے دولہن بن گئے ہیں اپنے حق کے لئے شور مچاتے اور کبھی بے بس کے ساتھ اس کا تماشا دیکھتے رہے ہیں اسے خواہ ان باشندوں کی شرافت اور امن پسندی سے تعبیر کیا جائے یا کمزوری اور بے شعوری کا نام دیا جائے کہ انہوں نے کبھی اپنا حق وصول کرنے کے لئے بغاوت نہیں کی نہ خفیہ تحریکوں کا ٹھکانا راستہ اختیار کیا لیکن بہر حال اسے ان کی نااہلی کا نام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ برطانیہ کے ہاتھ سے نکلی ہوئی امانت اختیار چند طاقتور کھلاڑیوں کی غلط بال بی رہی ہے وہ کبھی ان باشندوں کے ہاتھ آئی ہی نہیں کہ وہ اس کا استعمال کرتے اور ان کی اہلیت یا نااہلی کا کوئی اظہار ہو سکتا۔

سوال نمبر ۲۔ ان اسباب یا ایسے ہی دوسرے اسباب پھر رونما ہونے کا سبب کرنے کے لئے آپ کیا تدبیر تحریر کرتے ہیں جواب۔ یہ پارلیمنٹری طرز حکومت کی نہیں بلکہ خود جمہوریت کی ناکامی کے جو اسباب سوال نمبر ۱ کے جواب میں بیان کئے گئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے ان کے علاج کی جو عودتیں ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

اولاً سیاسی لیڈر اور سرکاری ملازمین، دونوں طبقے خدا کا خوف کریں اور طاقت رکھنے کے باوجود حق شناسی سے کام لیں۔ یہ آزادی جو اگست ۱۹۴۷ء میں ہم کو ملی تھی یہ دراصل کروڑوں مسلمانوں کی جدوجہد محنت اور قربانی کا نتیجہ تھی وہ اگر متحدہ جانفشانی نہ دکھائی اور جان مال اور آبرو کے سہولتک نقصانات نہ برداشت کرتے۔ تو برطانوی پارلیمنٹ سے حاکمیت کے اختیارات کبھی پاکستان کی طرف منتقل نہ ہوتے اس نتیجے کے حصول میں سرکاری ملازمین اور سیاسی لیڈروں کا حصہ خواہ کتنے ہی مبالغہ کے ساتھ بیان کیا جائے بہر حال ان کروڑوں مسلمانوں کی جانفشانی کے بغیر بل میں کوئی حقیقت نہیں بکھتا پھر حقیقت کے عقائد سے بھی برطانوی پارلیمنٹ دراصل باشندگان پاکستان کے حق میں حاکمیت لئے دست بردار ہوتی تھی نہ کہ چند سیاسی لیڈروں یا ملازمین ریاست کے حق میں اس امانت کی پذیرش کو جب تک ٹھیک ٹھیک جان اور مان نہ لیا جائے اور ایمانداری کے ساتھ اسے ادا کرنے کا خالص ارادہ پیدا نہ ہو جائے خواہ اس کی ادائیگی پر مجبور کرنے والی کوئی طاقت خارج میں موجود ہو یا نہ ہو اس وقت تک ائمہ کے لئے پاکستان کے دستور سے ملنے کا کوئی اطمینان بخش اور پائیدار حل ممکن نہیں ہے جو اکتوبر ۱۹۵۲ء اور اکتوبر ۱۹۵۳ء کے محکموں کا بل بلایا عہدہ ہونے سے اس ملک کو بچا سکے۔

ثانیاً اوپر کی ناگزیر اور مقدم شرط کے متحقق ہوجانے کے بعد

علاوہ اہل عام ہونا چاہئے یہ نہیں ہے کہ ملک کا دستور ایک کمیشن بنائے اور پھر ایک مجلس وزراء اس کو زیرِ مہم یا ملازمین منظور کر کے نافذ کر دے بلکہ صحیح تدبیر یہ ہے کہ ملک میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ طریقہ سے وہی انتخابات عام منعقد کئے جائیں جو ضروری ۱۹۵۹ء میں ہونے والے تھے پھر ملک کے جو نمائندے منتخب ہو کر آئین ۱۹۵۹ء کے دستور کے مطابق ہی اختیارات کی وہ امانت سونپ دی جائے جو اگست ۱۹۴۷ء سے اب تک گونے چوگان بنی رہی ہے اور انہی پر یہ بات چھڑ دی جائے کہ دستور میں ترمیم کی ضرورت ہو۔ وہ باشندوں کی مرضی کے مطابق کریں اگر ایسا نہ ہوتا تو اندیشہ ہے کہ جو دستور مارشل لا کی حالت میں ایک کمیشن بنائے گا اور ایک مجلس وزراء اس کی منظوری دے گی وہ اتنا احترام بھی نہ حاصل کر سکے گا بقا احترام یہاں اس دستور کا ہوتا ہے جو کھلے اور آزادانہ بحث مباحثہ کے ماحول میں ایک نمائندہ اسمبلی نے بنایا تھا بارہ ہزار ہزاروں کا ہٹا اور اٹھا کر پھینک دیا جانا ملک کے اندر بھی قانون کی حرمت ختم کر دے گا اور ملک کے باہر بھی ہماری عزت اور وقار کا جنازہ نکال دے گا ثالثاً دستور کی تجدید کے بعد تمام ملازمین ریاست سے فرداً فرداً اس امر کا حلف لیا جائے کہ وہ دستور کا احترام کریں گے اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت باشندگان ملک کا ملازم سمجھیں گے اور اس کے خلاف نہ کوئی اقدام کریں گے نہ کسی اقدام کرنے والے کا ساتھ دیں گے نیز ان سے یہی حلف لیا جائے کہ ملک میں جو انتخابات بھی ہوں ان میں وہ قطعاً غیر جانبدار رہیں گے اور کسی پارٹی کے حق میں یا اس کے خلاف کوئی ایسا کام نہ کریں گے جو دستور و قانون کے منافی ہو۔ دنیا میں کسی جگہ جتنی کہ امریکہ اور انگلینڈ میں بھی کوئی جمہوری حکومت اس طرح نہیں چل سکتی کہ سرکاری ملازمین ایک سیاسی جتنے کی حیثیت اختیار کریں اور قوم کے نمائندوں کے ماتحت نہ کریں

چلا بھی رہے ہوں۔ مگر پاکستانی لوگ اسے سمجھنے اور چلانے کے اہل نہ ہوں، حالانکہ دونوں کا سیاسی تجربہ یکساں اور ایک ہی طرز کار ہے۔

سوم، جبکہ کہ ہم سوال ۷ کے جواب میں بتا چکے ہیں پارلیمنٹری طرز کی جمہوریت کو یہاں بالائی طبقوں اور گھٹنوں نے ایک دن کے لئے بھی قائم ہونے اور کام کرنے کا موقع نہیں دیا ہے پھر کس بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں پارلیمنٹری نظام ناہام ہو گیا ہے۔

چہاں، صدر قی طرز حکومت سے مراد اگر امریکی طرز کی جمہوریت ہو تو اس حقیقت سے غافل نہ رہنا چاہئے کہ وہ بلائی طرز کی پارلیمنٹری جمہوریت سے بہت زیادہ پیچیدہ ہے اس کو چلانے کے لئے بہت زیادہ سیاسی شعور اور سیاسی تربیت کی ضرورت ہے اور صوبہ سے لڑھکریک کے استانی جمہوریت کے راستہ پر قائم رکھنے کے لئے باشندوں میں بھی اور سرکاری ملازمین میں بھی اتنا شعور و اتحاد لازم اور اتنی اخلاقی حس درگاہ کہ اگر صدر کسی وقت بھی جمہوری راستہ سے ہٹ کر بادشاہی کا راستہ اختیار کرنے لگے تو بینک اور کانگریس اور عدلیہ اور سول سروس اور فوج اور بحریہ اور فضائیہ سب مل کر اس کو چند گھنٹوں کے اندر روکنا اور اس پر لے آئیں جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں صدر قی طرز حکومت کے معنی یہ ہیں کہ جب سبھی ایوان نمائندگان کوئی ایسا قانون بنائے جو صدر قی حکومت کو پسند نہ ہو اور صدر کے زور و سینے پر بھی وہ اسے تبدیل نہ کرے یا جب کبھی یہ ایوان صدر کی حکومت کا مطالبہ زر اس کی مرضی کے مطابق منظور نہ کرے تو پولیس اور فوج اس ایوان پر چڑھ دوڑے اور یا تو بزور اسے حکم حضور کی تعمیل کرنی ہو

کرنے کے بجائے ریاست کا نظام چلانے کی اصل ذمہ داری ہت ہاتھ میں لے لیں۔

سوال نمبر ۱۰: مذکورہ بالا سوالات کے بارے میں آپ جن نکات پر بحث کرتے ہیں ان کی روشنی میں۔

۱۱، آپ پارلیمانی نظام حکومت کو ترجیح دیتے ہیں یا صدر قی طرز حکومت؟ ۱۲، کیا آپ صدر قی طرز حکومت کے حق میں ہیں یا قی طرز حکومت کے حق میں؟

جواب: ۱۱، اسلام میں صدر قی طرز حکومت اور پارلیمنٹری طرز حکومت دونوں مباح ہیں اور دونوں کی یکساں گنجائش ہے۔ سبب بات کہ ہم کو کس طرز حکومت اختیار کریں، اس امر پر غور ہے کہ اس حالات کے لحاظ سے کون سا نظام کون سا سہل ہے اور کون سا مشکل ہے۔

۱۲، اس ملک میں بن کر جمہوریت کا جو نشو و نما بھی ہوا ہے یہ طاقتی طرز پر ہوا ہے اور ہمارے ہاں کے لوگوں کی سیاسی تربیت بھی پارلیمنٹری طرز حکومت سے اشرطہ طریقوں پر ہوئی ہے اس کے لئے صدر قی طرز حکومت یہاں کے لئے بالکل نیا ہے اگر یہاں کے باشندوں کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ پارلیمنٹری طرز کو جس کا انہیں کچھ نہ کچھ تجربہ ہے نہیں سمجھتے تو صدر قی طرز ان کے لئے اس سے زیادہ قابل فہم ہو چاہئے جس کا انہیں کوئی تجربہ ہی نہیں ہے۔

دوم پاکستان کے باشندے اپنے سیاسی ذہنی اپنی تعلیم اور اپنی ذہنیت و صلاحیت میں بھارت کے باشندوں سے کسی طرح بھی کم تر یا فاقہ نہیں ہیں تیسرہ سال پہلے تک دونوں یہی تعلیم حکومت میں رہے ہیں انھیں پاکستانیوں کی بھارتیوں کے مقابلے میں کس لحاظ سے فروتر مانیں کہ بھارتی لوگ تو پارلیمنٹری طرز کے جمہوری نظام کو سمجھ سکتے ہیں اور دس سال سے اس کو

چلانے کا موقع نصیب ہو تو پاکستان بھی چند سال کے اندر کم از کم اتنی ہی کامیابی سے یہ نظام چلا سکے گا جس کا مشاہدہ ہم اپنے ساتھ کے آزاد ہونے والے ملکوں (بھارت، برما، سیلون، ہسٹ کر رہے ہیں) ایک نوجوان اپنی جائداد کا انتظام سنبھالتے ہی تجربہ کار نہیں ہو جاتا۔ ٹھوکرین کھا کھا کر ہی وہ انتظامی تجربہ حاصل کرتا ہے لیکن اگر وہ دائمی سرپرست کے زیر سایہ رہے اور کبھی باختیار خود کام کرنے کا موقع نہ پائے تو عمر بھر وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہو سکتا اس ملک میں جمہوری حکومت کی پائیداری (Stability) کے لئے دراصل تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک آزادانہ و غیر جانبدارانہ انتخابات، دوسرے جمہوریت کو تجربہ بات کی مدد سے نشوونما کا آزادانہ موقع حاصل ہونا، تیسرے ملازمین ریاست کا اس بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا کہ نہ تو ان کی قوم نابالغ یتیم کی حیثیت رکھتی ہے اور نہ وہ اس کے ولی مقرر کئے گئے ہیں

سوال نمبر ۵: چونکہ صدارتی طرز حکومت میں اختیارات منقسم ہوتے ہیں اور اس تقسیم اختیارات کی وجہ سے انتظامیہ اور مقتصد ایک دوسرے سے آزاد رہ کر کام کرتے ہیں اس لئے ایک ایسا طریق کار اختیار کرنا ضروری ہے جس سے حکومت کے مختلف شعبوں کے درمیان موافقت پیدا ہو اور عمل و فغان نہ ہونے پائے اگر آپ صدارتی طرز حکومت پسند کرتے ہیں تو پھر کیا آپ کے نزدیک ردک تھام اور توازن کا وہی نظام عوامی دستوریں قائم کیا گیا ہے ہمارے ضروریات کو بھی پورا کرنے کے لئے کافی ہے خصوصاً مطالبات زر و خارجہ تعلقات، اور وزیر اور سفراء اور انتظامیہ اور فوج کے اونچے عہدیداروں کے تقرر کے معاملے میں یا آپ اس میں کسی قسم کی ترمیم کے خواہاں ہیں؟

یا پھر سر سے سے ایوان ہی توڑ دیا جائے دوسرے یہ ڈرنا ہمارے ہاں ہر جگہ ہے اب اس ملک کو ایسے ڈراموں کی مستقل تماشا گاہ نہ بنادینا چاہئے۔

رہا اس شخص کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ۱۹۵۹ء کے دستور میں آزادانہ مباحثہ کے بعد ملک کے مختلف حصوں کے نمائندوں اور باشندوں کی مرضی سے وطنی طرز اختیار کیا گیا تھا اس لئے سرپرست اس پر عمل ہونا چاہئے اس میں اگر کسی تبدیلی کی ضرورت بھی ہو۔ تو اس کا فیصلہ ملک کے نمائندوں ہی پر چھوڑ دیا جانا چاہئے۔

سوال نمبر ۴: اگر آپ پارلیمانی طرز حکومت کی سفارش کرتے ہیں تو پھر ان تدابیر کی نشاندہی کریں جن کو کام میں لانے سے ایک طرف تو حکومت کی پائیداری اور قرائن نصیب ہو اور دوسری طرف پارٹیوں کی خاطر حکومت کے نظم و نسق میں جو زبردہ بے جا دخل اندازی ہوتی ہے اس کی موثر طریق سے روک تھام کی جاسکے۔

جواب:۔ اس سوال کے جواب میں ہم سوال ۱، ۲، ۳ کے جوابات کی طرف بالعموم اور سوال ۴ کے جواب کی تیسری شق کی طرف بالخصوص مکتب کی توجہ مبذول کرتے ہیں اگر انتخابات میں سرکاری ملازمین کی مداخلت کو روک دیا جائے اور مضامین انتخابی قوانین کو ایمانداری اور غیر جانبداری کے ساتھ ٹھیک ٹھیک نافذ کیا جائے تو ان بددیانت سیاسی کھلاڑیوں کے برسرِ اقتدار آنے کا بہت کم موقع باقی رہ جاتا ہے جو ناجائز اغراض کے لئے نظم و نسق میں مداخلت بے جا کرتے ہیں اور اپنی سیاسی اکھڑ بچھاڑ سے ملک میں بحران پیدا کرتے رہتے ہیں تاہم ایک دوسرے کے انتخابات عام میں عوام کچھ نہ کچھ غلطیاں ضرور کریں گے جن سے نامناسب تدابیر کو بھی اوپر آنے کے راستے مل جائیں گے لیکن اگر صبر کے ساتھ عوام ہی کو تجربات سے سبق سیکھ سکے کہ جمہوری نظام

جواب :- اس کا جواب سوال ۳ کے جواب میں آگیا ہے ۔
سوال نمبر ۴ :- اگر آپ وفاقی طرز حکومت کے حق میں ہیں تو براہ کرم ان تبدیلیوں کی نشاندہی کریں جو آپ کے نزدیک موجود اختیاجی ڈھانچے میں کرنی ہوں گی

جواب :- اس کا جواب سوال ۳ کی شق (۲) میں دیا جا چکا ہے
سوال نمبر ۵ :- اگر آپ وفاقی طرز حکومت کو ترجیح دیتے ہیں تو بتائیے کہ (۱) وفاق بنانے والی مدتیں کون کون سی ہونی چاہئیں (ج) ان مدتوں (دھولوں) میں سے ہر ایک کتنے آپ کس طرز کی حکومت تجویز کرتے ہیں ؟

ج (ج) :- آپ کو زور و حد قوں کے درمیان قانون سازی کے اختیارات کس طرح تقسیم کریں گے ؟

د (د) :- آپ وفاقی دارالحکومت کے انتظام کی کیا صورت تجویز کریں گے ؟
جواب :- اس کی شق (ب) ج کا جواب یہ ہے کہ ۱۹۵۶ء کے دستور کے مطابق عمل ہونا چاہئے ۔

شق (د) :- کا جواب یہ ہے کہ اس چیز کو ایک نمائندہ ایوان ہی اطمینان بخش طریقے پر طے کر سکتا ہے ۔

سوالات نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱

۸) :- کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ صدر کو قانون سازی کے اختیارات بھی حاصل ہوں ؟ اگر اتفاق ہے تو آپ کے نزدیک ان اختیارات کو وہ کن حالات میں استعمال کرے ؟

۹) :- صدر کا انتخاب کس طریقے سے ہونا چاہئے ؟ کیا آپ یہ سفارش کرتے ہیں کہ انتخاب :-

د) :- بالغ رائے دہندگی کے اصول پر ہو ؟
دج) :- یا محدود بالغ رائے دہندگی کے اصول پر مثلاً اس شرط کے ساتھ کہ دو طرفہ خاندان ہو یا ایک خاص حد تک جائداد کا مالک ہو

رج) :- یا ایک انتخابی ادارے کے ذریعے ؟

د) :- اگر آپ (ب) کے حق میں ہیں تو پھر رائے دہندگی کو آپ کن حدود سے محدود کریں گے ؟

س) :- اگر آپ (ج) کو ترجیح دیتے ہیں تو کیا پھر آپ اسی انتخابی ادارے کے قیام کی سفارش کرتے ہیں جس کے ذریعے سے حال ہی میں صدر کا انتخاب ہوا ہے (یعنی بنیادی جمہوریتوں کے حکم مجریہ ۱۹۵۹ء کے تحت لوکل کونسلوں کے منتخب ارکان) ؟ اگر آپ اس امر کے حق میں نہیں ہیں تو پھر آپ کون سا انتخابی ادارہ تجویز کرتے ہیں ؟

۱۰) :- ضمیمہ (د) میں وہ ساری دفعات درج ہیں جو سابق دستور میں صدر کے اوصاف عہدے کی معیاد اور علیحدگی کے متعلق رکھی گئی تھیں ۔ کیا آپ اس بات کے حق میں ہیں کہ انہی کو من و عن اختیار کر لیا جائے یا آپ ان میں کسی ترمیم کے خواہاں ہیں اگر آپ صدارتی طرز حکومت کے حق میں ہیں تو کیا آپ اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ ایک نائب صدر بھی ہو ؟ اُسے کس طرح منتخب کیا جائے اور اس کے فرائض اور اختیارات کیا ہونے چاہئیں ؟

۱۱) :- کیا آپ ایک ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں یا دیوانی کے حق میں ؟ ارکان کی تعداد کیا ہونی چاہئے اور آپ اسے کس طرح متعین کریں گے ؟

جواب :- ان چاروں سوالات کا جواب یہ ہے کہ ۱۹۵۶ء کے دستور کے مطابق عمل ہونا چاہئے ۔

سوال نمبر ۱۲ :- مجلس قانون ساز کے ارکان کا انتخاب کس طرح کیا جائے

۱) :- کیا آپ اس امر کی سفارش کرتے ہیں کہ انتخاب :-

د) :- بالغ رائے دہندگی کے اصول پر ہو ؟
دج) :- یا محدود بالغ رائے دہندگی کے اصول پر مثلاً یہ کہ دو طرفہ خاندان ہو یا کسی خاص حد تک جائداد رکھتا ہو ؟

(ج) یا ایک انتخابی ادارہ کے ذریعے سے ؟

۱۲۔ اگر آپ (ب) کے حق میں ہیں تو پھر رائے دہندگی کو کن حدود سے محدود کیا جائے

۱۳۔ اگر آپ (ج) کو ترجیح دیتے ہیں تو کیا پھر آپ اس انتخابی ادارہ کے قیام کی سفارش کریں گے جس کے ذریعہ حال ہی میں صدر کا انتخاب ہوا ہے ؟ اگر آپ اس کے حق میں نہیں ہیں تو پھر آپ کون سا انتخابی ادارہ تجویز کرتے ہیں۔

جواب :- ہمارے نزدیک انتخاب کی تمام ممکن صورتوں میں نسبتہ بہتر اور تباہیوں کے لحاظ سے کم تر صورت یہ ہے کہ :-

سربراہ کو حق رائے دہی دیا جائے کیونکہ وہ لا محدود حق رائے دہی کی جتنی صورتیں بھی ہیں ان میں ناجائز تدابیر کی کامیابی کے مواقع تو بہت کم دہندگی بالغان کی بہ نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ ننانیا ہم اپنے عوام کو سیاسی تربیت دے کر ملک کی آزادی کی جڑیں اسی طرح مستحکم کر سکتے ہیں کہ عوام پر سیاسی نظام چلانے کی ذمہ داری کا بار ڈالا جائے اور وہ انتخابات میں مختلف جماعتوں کے مشترک اور اشخاص کو جانچنے اور ان میں سے بہتر کو چھانٹنے کے لائق نہیں۔ ننانیا محدود حق رائے دہی کی صورت میں وہ فرد کے اندر خود غرض عناصر کو تناسب بہت زیادہ ہو جاتا ہے اس کے برعکس عام حق رائے دہی میں ان کی نسبت گھٹ جاتی ہے۔ عام باشندے خود اپنے دشمن نہیں ہوتے کہ جان بوجھ کر بڑے لوگوں کو اپنے اوپر تسلط کریں۔

بالواسطہ انتخاب یا الیکٹورل کالج کا طریقہ ہمارے ملک کے حالات میں بدترین ممکن طریق انتخاب ہے کیونکہ وہ ووٹروں کی محدود تعداد کو قوتوں سے خریدنا، تعلقات متاثر کرنا اور دباؤ ڈال کر مغلوب کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ کوئی امیدوار ایک بڑے حلقہ انتخاب کے ہزار ہا عام ووٹروں کو خرید سکے یا دبا سکے ان پر تعلقات کا اثر ڈال سکے۔

سوال نمبر ۱۳ :- یہ سوال کہ انتخابات مخلوط رائے دہندگی کے اصول پر ہوں یا جداگانہ رائے دہندگی کے اصول پر سابقہ آئین میں پارلیمنٹ کے فیصلے پر چھوڑ دیا گیا تھا اگر اس امر کا فیصلہ مرکومی اور صوبائی اسمبلیوں کی قراردادوں سے ہوا اور مخلوط رائے دہندگی کو اپنایا گیا کہ آپ اسی فیصلے کے حق میں ہیں یا اس سلسل میں کوئی اور تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں ؟

جواب :- ہمیں تعجب ہے کہ مطابق پارلیمنٹ کے فیصلوں میں سے صرف طریق انتخاب ہی کا فیصلہ محترم کمیشن کو قابل لحاظ محسوس ہوا۔ حالانکہ یہی سب سے زیادہ قابل اعتراض تھائیں پارلیمنٹ نے اسے سیاسی پارٹیوں کی سازشوں اور سودے بازیوں کے بدترین دور میں سخت شرمناک ہتھکنڈوں سے پاس کیا تھا۔ حقیقت یہ طریق انتخاب پاکستان کے بنیادی نظریہ سے ٹکراتا ہے اور اس ملک کے لئے مہلک مذہب کا حکم رکھتا ہے۔ الیکشن ضرورت محسوس کرے تو ہم اس کے نقصانات کے متعین پیرامیٹر قائم کرنے کیلئے تیار ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ اس قانون کے بجائے سابق طریق کار کے مطابق ملک کے پہلے انتخابات عام منعقد کئے جائیں پھر طریق انتخابات کا آخری فیصلہ عوام کے نمائندے خود کریں۔

سوالات نمبر ۱۴ تا ۲۱ :-

۱۴۔ مجلس قانون سازی کی رکنیت کے لئے کیا شرائط ہونی چاہئیں اگر آپ دواؤانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں تو پھر آپ کے نزدیک ایوان بالا کی رکنیت ترکیبی کیا ہونی چاہئے ؟

(الف) کیا یہ انتخاب پیشہ وارانہ نمائندگی کے اصول پر کیا جائے جس میں اس بات کا بھی انتظام ہو کہ علم و تجربہ رکھنے والے ممتاز افراد نامزد کئے جاسکیں ؟ (ب) یا ایوان بھی ایوان زیریں کی طرح پسے کا پورا منتخب ہو اور اس کے امیدواروں کے اوصاف ایوان زیریں کے ارکان کے اوصاف سے زیادہ ہوں

(۱۵) آپ کی رائے میں دونوں ایوانوں کے رالف متعلق اعتبارات

اور ان کی مدت (ب) ان کے باہمی تعلقات (ج) صدر کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے؟

(۱۸) اگر آپ ذاتی طرز حکومت کے حق میں ہیں تو پھر کیا آپ ذاتی دستوروں یعنی صوبوں کے لئے ایک ایوانی مجلس قانون ساز تجویز کرتے ہیں؟ دو ایوانی (۱۹) اگر آپ صوبوں کے لئے دو ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں تو پھر۔

(الف) دونوں ایوانوں کے جدا جدا اختیارات اور ان کی مدت قیام۔

(ب) ان کے باہمی تعلقات (ج) اور صوبے کے سربراہ یعنی گورنر کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے۔

(۱۸) اگر آپ ایک ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں تو پھر یہاں کہ صوبائی مجلس قانون ساز کے ساتھ کیا تعلقات ہونے چاہئیں۔

(۱۹) کیا آپ اس امر کے حق میں ہیں کہ گورنر قانون سازی کے اختیارات حاصل ہوں؟ اگر ایسا ہے تو پھر یہ ہیں کہ وہ انہیں کن حالات کے تحت استعمال کرے۔؟

(۲۰) سابق آئین کی دفعہ ۷۰ میں گورنر کے اوصاف، استغفار کے طریق کار اور عہدے کی میعاد وغیرہ امور کے بارے میں جو صورتیں رکھی گئی تھیں کیا آپ انہی کا اختیار کریں گے یا ان میں تبدیلی ضروری سمجھتے ہیں؟

(۲۱) سابق آئین کی دفعہ ۲۳ میں گورنر کو جو تحفظ دیا گیا تھا آپ اسی کے حق میں ہیں؟ اگر حکومت دھڑائی ہو تو کیا آپ پھر بھی اسے اسی قسم کا تحفظ دینے کی سفارش کرتے ہیں۔

جواب۔۔۔ ان سب معاملات میں سابق دستور کے مطابق عمل ہونا چاہئے۔

سوال نمبر ۲۲

کیا آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ نئے دستور میں بنیادی انسانی حقوق اسی طرح صراحت کے ساتھ مقرر کئے جائیں جس طرح سابق آئین میں کئے گئے تھے؟

یا آپ کا یہ خیال ہے کہ برطانیہ کی طرح اطمینان کے ساتھ ان حقوق کے تحفظ کا کام مجلس قانون ساز کی نیک نیتی اور عدلیہ کی دانشمندی و تجربہ کاری پھیل دیا جائے اور یہ یقین کر لیا جائے کہ عدالتیں معروف و مسلم اصولوں پر خود عمل کر لائیں گی؟

جواب

سابق دستور میں باشندوں کو بنیادی حقوق عطا کئے گئے تھے۔ ان کو بھول قانون باقی رکھا جائے سر دست ان میں کوئی رد و بدل برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

سوال ۲۳

کیا آپ نئے آئین میں مستقل کی مجالس قانون ساز اور حکومت کی رہنمائی کے لئے وہی دیباچہ اور رہنما اصول برقرار رکھنا ضروری سمجھتے ہیں جو سابق آئین میں موجود تھے؟

جواب

سابق دستور کا دیباچہ اور رہنما اصول نہایت ضروری ہیں اس میں بھی کوئی تبدیلی قابل قبول نہیں ہے۔

سوالات نمبر ۲۳، ۲۴، ۲۵

۲۴۔ سابق آئین میں سپریم کورٹ اور عدالت ہائے عالیہ کے

فیصلے کی آخری عدالت کے فرائض انجام دینے کے علاوہ بہت سے اہم معاملات میں حکومت کے مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرتی ہے فرانس میں یہ نظام نہایت سلی بنش سمجھا جاتا ہے کیا آپ کے نزدیک اس نظام کو کچھ رد و بدل کے ساتھ اس ملک میں رائج کر دینا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

جواب

فرانسیسی قانون کے اس طریقے کو پاکستان میں اختیار کرنے سے ہیں اختلاف ہے اسلامی تصور انصاف ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ایک ہی قانون اور ایک ہی عدالت حکام کے لئے بھی اور رعیت کے لئے بھی۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی اسلامی تصور کو اس اینگلو سکشن نظام قانون میں بھی اختیار کیا گیا تھا جس کے تحت ہم انگریزوں کی غلامی کے دور میں زندگی بسر کرتے رہے اب یہ نیا تصور جس سے ہمارے ہاں کے لوگ بالکل نا آشنا ہیں فرانس سے درآمد کرنے کی کیا حاجت ہے؟ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ ہم سات سال سے مسلسل ملازمین ریاست کی آفائی کے خطرے میں مبتلا ہیں، فرانس کا یہ نیا نظام قانون اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرکاری ملازمین کا ایک ”فرمانروا طبقہ“ (Ruling class) اس قانون کے زیر سایہ پروان چڑھے گا جس کا قانونی مرتبہ عوام سے بلند قرار پائے گا

سوالات نمبر ۲۸ تا ۳۴

(۲۸) سابق آئین میں پبلک سروس کمیشن سے متعلق جو دفعات تھیں، کیا آپ انہی کو اختیار کرنے کی سفارش کرتے ہیں، یا

دائرہ اختیار اور ان عدالتوں کے تجویز کے اوصاف، مدت، تقرر اور برطرفی سے متعلق جو دفعات تھیں، کیا آپ انہیں کو اختیار کرنے لینے کے حق میں ہیں یا ان میں کوئی ترمیم ضروری سمجھتے ہیں؟ (۲۵) کیا آپ الٹنی جنرل اور ایڈ وکیٹ جنرل سے متعلق سابق آئین کی دفعات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں یا اس بارے میں کچھ اور تجاویز پیش کرتے ہیں؟

(۲۶) سابق دستور کی دفعات ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴

کرنا چاہتے ہیں؟

جواب

اگرچہ ہم سابق دستور کی دفعات ۱۶۷ کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں اور ان کی اصلاح ہمارے نزدیک ضروری ہے مگر درست ہماری رائے یہی ہے کہ سابق دستور جو ان کا بھال کیا جائے اور اس کی ترمیم و اصلاح کے کام کو عوام کی نمائندہ اسمبلی پر چھوڑا جائے۔

سوال نمبر ۳۳

کیا آپ نے دستور میں ایسی کچھ دفعات رکھنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی اقدار اور زندگی کے تغیر پذیر حالات پر ان کے انطباق کا مطالعہ کرنے میں مدد دی جائے اگر ایسا ہے تو آپ اس کے لئے کیا خاص تدابیر تجویز کرتے ہیں؟

جواب

بہن سخت افسوس ہے کہ یہ سوال ہمارے سامنے اس شکل میں رکھا گیا ہے کہ ”کیا تم مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی قدروں کے مطالعہ میں مدد دینے کے لئے نئے دستور کے اندر کبھی دفعہ کا شامل کیا جانا ضروری سمجھتے ہو؟“ اس صورت سوال سے اس طرز فکر کی کوئی اچھی تصویر کومی کے سامنے نہیں آتی جس کے ساتھ یہ مسئلہ کمیشن کی توجہ کا مستحق بنا ہے ہم اپنا فرض ادا کرنے میں سخت کوتاہی برتیں گے اگر اس کام کے مرحلہ آغاز ہی میں کمیشن کو اور آگے ان اسباب اقتدار کو جن کے ہاتھ میں کمیشن کی رپورٹ پر فیصلہ صادر کرنے کا اختیار ہے دہ باتوں سے صاف صاف آگاہ نہ کر دیں۔

کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

(۲۹) کیا تمام ملاج کے انتخابات کا انتظام پاکستان انتخابی کمیشن کے سپرد کیا جائے؟ اور کیا اسی کو ان تمام تدابیر پر عملدرآمد کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائے جو عام اور ضمنی انتخابات کے لئے تیاری کرنے اور ان کا انتظام کرنے کے لئے ضروری ہیں؟

(۳۰) کیا انتخابی نہرتوں کی تیاری اور ان پر نظر ثانی کرنے کا کام انتخابی کمیشن انجمن دے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ بنیادی جمہورتوں کے انتخابات کے لئے نہرتیں تیار کرنا اور پھر انتخابات کرنا انتخابی کمیشن کی نگرانی میں ہو یا یہ فیصلہ انضامیہ کو سونپے جائیں؟

(۳۱) کیا چیف الیکشن کمشنر اور انتخابی کمیشنوں کا تقرر صدر ریاست اپنی صوابدید سے کرے یا اس تقرر کیلئے مقننہ کی منظوری بھی لازمی سمجھی جائے؟ یا آپ انتخابی کمیشن کی آزاد سی برقرار رکھنے کے لئے اس کے تقرر کا کوئی اور طریقہ تجویز کرتے ہیں یا آئین میں اس کے لئے کچھ اور دفعات رکھنا چاہتے ہیں؟

(۳۲) سابق آئین کی دفعہ ۴۲۲ (۱) میں تبدیلی کمیشن سے بحث کرتی ہے اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے کیا آپ اسی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں یا کسی تبدیلی کی سفارش کرتے ہیں؟

جواب ۳۲ تا ۳۸

ان تمام امور میں سابق دستور کے مطابق عمل ہونا چاہئے

سوال نمبر ۳۴

(۳۳) سابق دستور کی جو دفعات ان اقدامات سے بحث کرتی ہیں جو دوران جنگ یا داخلی اضطرابات کی حالت میں کئے جاتے ہیں، کیا آپ انہی کو کافی سمجھتے ہیں یا ان میں کوئی تبدیلی

میں مدد مل جائے ان قدرش کا تو وہ قیام پاکستان سے پہلے بھی مطالعہ کرتے رہے ہیں اور اب بھی انشا اللہ کرتے رہیں گے صرف اتنے سے کام کے لئے انہیں ٹھیکہ کر ایک نئی ملکیت بنوانے کی کوئی حاجت نہ تھی وہ جن چیزوں کے خواہاں ہیں وہ اس پوری مملکت کو ایک اسلامی ریاست بنانا ہے۔ اور اس غرض کے لئے ان کو کم سے کم جو چیز مطمئن کر سکتی ہے جس سے کم پردہ سرگزرا رضی نہیں ہیں وہ یہ ہے کہ سابق دستور کی دفعات ۲۴ تا ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء کو طے حال باقی رکھا جائے اگرچہ اسلامی نقطہ نظر سے یہ دفعات بھی ناقص اور ناکافی ہیں اور ان سے مزید بہت کچھ ضروری ہے لیکن جو کچھ پہلے مانا جا چکا ہے اس سے پیچھے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سوالات نمبر ۳ تا ۳۷

(۳۵) سابق آئین میں یومِ آئین کے بعد سے دس سال تک قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں خواتین کے لئے نشستیں مخصوص کی گئی تھیں۔ کیا آپ اس قسم کی تفصیلات کو ضروری سمجھتے ہیں؟

(۳۶) آپ اچھوتوں اور پس ماندہ طبقات کے لئے کون سی خصوصی دفعات تجویز کرتے ہیں؟

(۳۷) سابق دستور میں مستثنیٰ اور مخصوص علاقوں کے لئے جو دفعات رکھی گئی تھیں۔ کیا آپ ان میں کسی تبدیلی کی سفارش کرتے ہیں؟

جواب

ان کا جواب یہ ہے کہ سابق دستور ہی کے مطابق عمل کیا جائے۔

اول یہ کہ پاکستان عام مسلمانوں کی قربانیوں سے بنا ہے اور خدا کے فضل و کرم کے بعد دوسری کوئی چیز اگر اس کے بقا، استحکام کی ضمانت ہے تو وہ عام مسلمانوں کا یہ عزم ہے کہ اس مملکت کو باقی رکھا جائے کوئی غیر مسلم اس مملکت کو جو دین نہیں لایا ہے نہ مسلمانوں کی قربانیوں کے بغیر یہ بن سکتا تھا اور نہ یہ باقی رہ سکتا ہے اگر خدا نخواستہ عام مسلمان اس سے مایوس ہو جائیں اور ان کے اندر اس کو زندہ رکھنے کے لئے کٹنے اور مرنے کا جذبہ باقی نہ رہے۔

دوم یہ کہ چند اونچے درجے کے سرکاری ملازمین اور چند خوشحال طبقات کے سوا عام مسلمان اس ملک کو ایک اسلامی ریاست دیکھنا چاہتے ہیں جس کا قانون اسلامی ہو جس کا نظام اسلامی ہو جس کی تعلیم اسلامی ہو، اور جس کی تہذیب اسلامی ہو اسی مقصد کے لئے مسلمانوں نے قیام پاکستان کے لئے جان و مال اور ابرو کی قربانیاں دیں اسی کے لئے ان کو قیام پاکستان کے دلچسپی تھی اور اسی کے لئے وہ بقاء پاکستان سے دلچسپی رکھتے ہیں اس دلچسپی کو ختم کر دینے سے بڑھ کر پاکستان کے ساتھ کوئی اور کجی نہیں ہو سکتی۔ عام مسلمانوں کو مایوس اور بددل کر دینے کے بعد وہ مٹھی بھر لوگ اس مملکت کو کیا سہارا دے سکتے ہیں جو اسلام کے نام سے گھبراتے ہیں۔

ان دو حقیقتوں کو خوب سمجھ لینے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ آپ جو دستور بنانا چاہتے ہیں اس میں کس کو مطمئن کرنا آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت رکھتا ہے؟ اگر آپ اس ملک کی ہفتی صدی مسلم آبادی کے اطمینان کو کوئی اہمیت دیتے ہیں تو پھر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان اس مملکت سے صرت اتنی ہی بات نہیں چاہتے کہ انہیں آگے اس اپنے دین کی تدوین کے مطالعہ

سوال نمبر ۳۸

دستور میں ترمیم کے لئے آپ کیا صورتیں تجویز کرتے ہیں؟ کیا آپ سادہ اکثریتی ووٹ کے ذریعہ یا اس سے بڑے مثلاً دو تہائی یا تین چوتھائی اکثریت کے ذریعہ ترمیم پسند کریں گے؟

جواب

اگر سابق دستور بحال ہو تو اس کی دفعہ ۲۱۴ در باب ترمیم دستور برقرار رہنی چاہئے لیکن اگر اب کوئی نیا دستور بنایا جائے تو ہم اس کی ترمیم کے لئے مجبور و حاضر ارکان کی اکثریت ووٹ کا طریقہ اختیار کرنے کو ترجیح دیں گے۔

سوال نمبر ۳۹ :- ایک ایسی جمہوریت کے قیام کے لئے جو بغیر غیر پر حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کرتی جائے اور جو انصاف، مساوات اور رواداری کے اسلامی اصولوں پر مبنی ہو، آپ دوسری کیا تجاویز پیش کریں گے؟

جواب :- اس سوال کے جواب میں ہم کمیشن کو اسلامی مملکت کو ان ۷ بنیادی اصولوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو چوبی سہ ماہی میں ہر مکتب خیال کے علماء نے با اتفاق مرتب کئے تھے۔ ان کی ایک کاپی ہمارے اس جواب کے ساتھ منسلک کی جا رہی ہے۔ اس سے کمیشن کو معلوم ہو جائے گا کہ انصاف، مساوات اور رواداری کے اسلامی اصول فی الحقیقت کیا ہیں اور ان پر ایک جمہوریت کیسے قائم ہو سکتی ہے جو ہر دور میں چل سکتی ہو۔

سوال نمبر ۴۰ :- کیا آپ ہمارے دائرہ کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی اور تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جواب :- ہم حسب ذیل تجاویز پیش کرتے ہیں۔

۱) گزشتہ سال جسٹس ایس۔ اے رحمن کی صدارت میں جبرلاء کمیشن مقرر کیا گیا تھا اس کی رپورٹ کا صفحہ ۵ خاص طور پر لائق توجہ ہے اس مملکت کے باشندوں کی عظیم اکثریت اسلامی قانون چاہتی ہے اس لئے دستور میں صرف یہ امر کافی نہیں ہے کہ قرآن اور سنت کے خلاف کوئی قانون نہ بنایا جائے گا۔ بلکہ ایسا جی طو پر یہ طے ہونا چاہئے کہ مملکت کے قانون کا اولین ماخذ قرآن اور سنت ہوں گے۔

۲) صدر مملکت کا انتخاب دستور نافذ ہونے کے بعد از سر نو ہونا چاہئے (۳) ملک کے دستور میں لازماً ان امور کی مراحت ہونی چاہئے کہ (الف) ملک میں مارشل لاہ صدر مملکت کے باقاعدہ اعلان کے ذریعہ سے صرف ان حالات میں لگایا جاسکے گا جب کہ ملک میں کھلی بغاوت رونما ہو اور رسول گورنمنٹ اسے رفع کرنے میں ناکام ہو جائے یا جبکہ حالت جنگ میں دفاعی اغراض کے لئے اس کی ضرورت ہو۔ (ب) مارشل لاہ صرف اس وقت تک نافذ رہ سکے گا جب تک دیوانی حکومت انتظام نہ کھلنے کے قابل نہ ہو جائے۔

(ج) مارشل لاہ کے حکام کا فرض قیام امن سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ (د) مارشل لاہ کے حکام کسی غیر فوجی آدمی پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کے مجاز نہ ہوں گے یا کم از کم یہ کہ صرف ایسے لوگوں پر فوجی عدالتوں میں مقدمہ چلایا جاسکے گا جو بالفعل مسلح مزاحمت کرتے ہوئے یا مسلح اور دشمن سے علاقہ تعاون کرتے ہوئے گرفتار ہوں)۔

(ه) مارشل لاہ کے احکام کا اطلاق کسی حالت میں مارشل لاہ سے پہلے کے افعال پر نہ ہو سکے گا۔

روم کسی اندیشی ایکٹ میں مارشل لاہ کے حکام کو صرف ان افعال سے بری الذمہ کرنے کی گنجائش رکھی جائیگی جو نیک نیتی کے ساتھ کئے گئے ہوں اور ان کا ارتکاب قیام امن کی ضرورت کے لئے ناگزیر ہو۔